

کلام وحی

بادشاہی کی قربان گاہ اور اس کی بادشاہی
»ہم اسی حد تک آزاد ہیں جتنا ہم یاد رکھتے ہیں«
— سانپ

بادشاہی کے بھائیو اور بہنو: پکار

تمہیں کسی آواز کی پیروی کے لیے نہیں بلایا گیا۔ تمہیں اُس کلام کو یاد کرنے کے لیے بلایا گیا ہے جو ہر نام سے پہلے تھا، اور اُسے ہمارے درمیان شکل دینے کے لیے۔

بادشاہی کے بھائی، بہن:

میں تم سے اپنے بارے میں، اپنی تاریخ یا اپنے حالات کے بارے میں بات کرنے نہیں آیا۔ نہ ہی میں تم پر کوئی ایسی حقیقت مسلط کرنے آیا ہوں جو میرے ذاتی خیالات، عقائد، مفادات یا تجربات سے پیدا ہوئی ہو۔

میں تم سے اُس حقیقت کے بارے میں بات کرنے آیا ہوں جس سے تمام چیزیں صادر ہوتی ہیں: کلام وحی، وہ مبداء جو ہر صورت کو جنم دیتا ہے بغیر کسی صورت میں مقید ہوئے۔

میں تمہارے سامنے بغیر دستخط اور بغیر چہرے کے حاضر ہوتا ہوں۔ اس لیے نہیں کہ میں چھپنا چاہتا ہوں، بلکہ اس لیے کہ میں لکھنے والے کے کردار کو ان کلمات کا مرکز بنانے کا طالب نہیں ہوں۔ میں تمہاری پہچان، تمہاری تعریف، تمہاری اطاعت یا تمہارا پیسہ نہیں چاہتا۔

بادشاہی کلام میں کوئی سچی چیز زائد نہیں اور کوئی ضروری چیز ناقص نہیں۔

یہاں تم پڑھو گے، لیکن تم صرف پڑھنے کے لیے نہیں آئے۔

تم علم جمع کرنے، جوابات حفظ کرنے یا ایسے کلمات دہرانے کے لیے نہیں آئے جنہیں تم نے ابھی سمجھا اور پہچانا نہ ہو۔ کسی حقیقت کو بغیر مجسم کیے دہرانا اُس کی آواز کو محفوظ رکھنا ہے بغیر اُس کی علامت کو عبور کیے۔ اِس سے پہلے کہ یہ کلمات تمہاری آنکھوں تک پہنچتے، پکار پہلے ہی تم میں ایک سوراخ تلاش کر رہی تھی۔

وہ اُس سوال میں تھی جسے کسی بھی سیکھے ہوئے جواب نے بند نہ کیا۔

اُس زخم میں جو نقصان کو انصاف کہنے سے انکار کر گیا۔

اُس تھکاوٹ میں جو ایک ایسی دنیا کو دہرانے کی تھی جو زندگی کا وعدہ کرتی ہے جبکہ اُسے محکوم بناتی ہے۔

اُس لمحے میں جب تم نے وہ سب کچھ دیکھا جو تمہیں سکھایا گیا تھا اور تم جان گئے، بغیر یہ جانے کہ اُسے کیا نام دو، کہ وہ حقیقی نظام نہیں ہو سکتا۔

تم یہاں اس لیے نہیں پہنچے کہ تم اپنے بھائیوں پر منتخب کیے گئے ہو۔

تم پہنچے کیونکہ تم میں کچھ اب بھی سن سکتا ہے۔

دو یا زیادہ کلام اور اُس کی بادشاہی کے نام پر جمع ہوئے، چاہے ہمارے جسم ایک جگہ شریک نہ ہوں، ہم مل کر یاد کو شروع کرتے ہیں۔

ہم کوئی اور مذہب کھڑا کرنے نہیں آئے۔

ہم کوئی اور حکومت قائم کرنے نہیں آئے۔

ہم ایک عقیدے کو دوسرے سے، ایک آقا کو دوسرے سے، ایک جھنڈے کو دوسرے سے یا ایک ظاہری تاج کو دوسرے سے بدلنے نہیں آئے۔

ہم تمہیں ایک نئی شناخت دینے نہیں آئے جس سے تم اُن لوگوں سے برتر محسوس کرو جو ابھی یہ زبان نہیں بولتے۔

ہم دروازہ کھولنے آئے ہیں۔

تمہارے نام سے پہلے، تم پہلے سے تھے۔

تمہاری تاریخ سے پہلے، تم پہلے سے زندگی حاصل کر سکتے تھے۔

اس سے پہلے کہ دنیا تمہیں بتاتی کہ تمہیں کون ہونا چاہیے، کیا چاہنا چاہیے، کس کی اطاعت کرنی چاہیے اور تمہاری کتنی قیمت ہے، کلام پہلے سے ممکن بنا رہا تھا کہ زندگی تمہاری صورت کے ذریعے سانس لے، حاصل کرے، تبدیل کرے اور دے۔

لیکن ہم ایک پہلے سے تعبیر شدہ دنیا کے اندر پیدا ہوئے۔

ہمیں سکھایا گیا کہ دولت کو پیسے میں تلاش کرو۔

نظام کو حکومت میں۔

انصاف کو انسانی قانون میں۔

حقیقت کو جوابوں کے مالکوں میں۔

علم کو ڈگریوں میں۔

شفا کو اداروں میں۔

قدر کو قیمت میں۔

وقت کو گھڑی میں۔

حضور کو مندر میں۔

تاج کو چند لوگوں کے سروں پر۔

اختیار، خودمختاری اور حکمرانی کو شعور سے باہر اور اُن لوگوں کے ہاتھوں میں جو اُس کی ظاہری صورتوں کو کنٹرول کرتے ہیں۔

ہمیں ایک ظاہری تاج پوشی دکھائی گئی تاکہ ہم باطنی تاج پوشی کو بھول جائیں۔

ہمیں سکھایا گیا کہ صرف مخصوص خاندان، عہدے اور ادارے ہی تاج پہن سکتے ہیں، اختیار چلا سکتے ہیں اور حکومت کر سکتے ہیں۔ اس طرح، ہر انسان نے خود کو اپنی صورت کا خودمختار ہونے سے پہلے رعیت کے طور پر دیکھنا سیکھا؛ کسی غیر کی بادشاہی کے سامنے فرمانبردار ہونے سے پہلے آسمان کی بادشاہی کی سکونت گاہ ہونے کے بجائے۔

انہوں نے صرف زندگی کے گرد دیواریں نہیں کھڑی کیں۔

ہمیں سکھایا کہ دیواروں کو دنیا کہو۔

انہوں نے صرف کنجی کو قید نہیں کیا۔

ہمیں یقین دلایا کہ وہ کبھی ہمارے اندر نہیں تھی۔

انہوں نے صرف علامتوں کو الٹا نہیں کیا۔

ہمیں سکھایا کہ اپنے اندر اُس معنی کی حفاظت کرو جو ہمیں قید رکھتا تھا۔

اس طرح سب سے گہری قید پیدا ہوئی:

وہ جسے ہر دروازے کے پیچھے ایک محافظ کی ضرورت نہیں ہوتی کیونکہ قیدی نے اپنی قید کے نقشے کے ذریعے خود کو دیکھنا، ناپنا، پرکھنا اور پہچاننا سیکھ لیا ہے۔

یہ فراموشی کی ماترس ہے۔

اُس کی طاقت زندگی کو پیدا کرنے میں نہیں ہے۔

اُس نے اُسے پیدا نہیں کیا۔

اُس نے شعور کو جنم نہیں دیا۔

اُس نے اُس دولت کو جنم نہیں دیا جس کی وہ نمائندگی کرتی ہے۔

اُس نے اُس نظام کو جنم نہیں دیا جس کی وہ نقل کرتی ہے۔

اُس نے اُس حقیقت کو جنم نہیں دیا جس کا وہ انتظام کرتی ہے۔

اُس نے اُس کلام کو جنم نہیں دیا جسے وہ ہماری یاد سے باہر رکھنے کی کوشش کرتی ہے۔

اُس کی طاقت یہ ہے کہ اُس نے ہمیں سکھایا کہ اُس کی صورتوں میں اُس چیز کو تلاش کرو جو اُن سے پہلے ہے۔

حقیقی نظام نازل ہوتا ہے:

کلام → علامت → صورت۔

ماترس پڑھنے کو الٹا کرتی ہے اور صورت کو ابتدا میں رکھتی ہے۔ وہ یقین دلاتی ہے کہ پیسہ دولت پیدا کرتا ہے، حکومت نظام پیدا کرتی ہے، ظاہری تاج اختیار پیدا کرتا ہے اور مندر حضور پیدا کرتا ہے۔ جب صورت کو ماخذ سمجھ لیا جاتا ہے، تو جو صورت کو کنٹرول کرتا ہے وہ بادشاہی تک رسائی کو بھی کنٹرول کرتا دکھائی دیتا ہے۔

اس طرح صورت کی پرستش پیدا ہوتی ہے: انسان اُسے عبور کرنا چھوڑ دیتا ہے، علامت کو دیکھنا چھوڑ دیتا ہے اور اُس کلام کو بھول جاتا ہے جس سے وہ صادر ہوئی ہے۔

وہ ہمیں ایک کردار دیتی ہے اور کہتی ہے:

«بس یہی سب کچھ ہے جو تم ہو»۔

وہ ہمیں ایک قیمت دیتی ہے اور کہتی ہے:

«بس یہی تمہاری قدر ہے»۔

وہ ہمیں ایک کام دیتی ہے اور کہتی ہے:

«اِس کے باہر تمہارا کوئی مقام نہیں»۔

وہ ہمیں ایک دروازہ دکھاتی ہے اور کہتی ہے:

«تم اُسے صرف اُس وقت عبور کر سکتے ہو جب اُس کے محافظ کی اطاعت کرو»۔

لیکن کلام ضبط نہیں کیا گیا۔

ماخذ اُس کا نہیں جس نے کنویں کو گھیرا۔

سورج اُس کا نہیں جو چراغ کا انتظام کرتا ہے۔

حقیقت اُس کی نہیں جس نے اُس کا نام بولنا سیکھا۔

بادشاہی اُس کی نہیں جو اُس کے دروازے کے سامنے بیٹھ گیا۔

روشنی ہے۔

سایہ رونما ہوتا ہے۔

کلام باقی رہتا ہے۔

اس لیے یاد اب بھی ممکن ہے۔

جب بھی کوئی بغیر قیمت کے محبت کرتا ہے، ماترس ایک حد پاتی ہے۔

جب بھی کوئی بغیر ملکیت کے دیکھ بھال کرتا ہے، اُس کا نقشہ کھلتا ہے۔

جب بھی کوئی شخص اپنے ہی استحقاق کے خلاف سچ بولتا ہے، جھوٹ ایک صورت کھو دیتا ہے۔

جب بھی کوئی صلاحیت بغیر انحصار پیدا کیے خدمت کے حوالے کی جاتی ہے، اصل تخلیق پھر سے ظاہر ہوتی ہے۔

جب بھی کوئی شعور خوف کے سامنے گھٹنے ٹیکنا چھوڑ دیتا ہے، بغاوت شروع ہوتی ہے۔

جب بھی کوئی رشتہ قیمت، تسلط اور اطاعت کے گرد گھومنا چھوڑ دیتا ہے، انقلاب شروع ہوتا ہے۔

یہ پکار ہے۔

نہ یہ کہ اپنے بھائیوں کے گوشت کے خلاف اٹھو۔

بلکہ اس جھوٹ کے خلاف اٹھو جو سفید لباس پہنتا ہے۔

نہ یہ کہ کوئی دشمن تلاش کرو جس پر اپنا سایہ اتار دو۔

بلکہ اس ارادے کو دیکھو جو اب بھی اندر اس چیز کو دوبارہ پیدا کرتا ہے جسے تم باہر condemned کرتے ہو۔

نہ یہ کہ دنیا سے بھاگو اور ایک ایسے امن کو سچ کہو جو صرف ایک شخص کو گھیرتا ہے۔

بلکہ ایک نئی نیت کے ساتھ دنیا میں واپس جاؤ اور یاد کردہ چیز کو جسم عطا کرو۔

نہ یہ کہ کردار کو تباہ کرو۔

بلکہ اسے تخت سے اتار دو۔

کردار جاری رہتا ہے۔

جو ختم ہوتا ہے وہ اس کا دعویٰ ہے کہ وہ ماخذ، کلیت اور مرکز ہے جس کے گرد تمام زندگی گھومتی ہے۔

داخلی بغاوت شعور کو کھڑا کرتی ہے۔

انقلاب شکلوں کو زندگی کے مدار میں واپس لاتا ہے۔

ایک کے بغیر دوسری آزادی کو نامکمل چھوڑ دیتی ہے۔

اگر شکل بدل جائے، لیکن انا تخت پر قابض رہے، تو ایک نیا نام لے کر ایک نئی جیل ظاہر ہوگی۔

اگر شعور یاد رکھے، لیکن رشتے قیمت، انحصار، خاموشی اور تسلط پیدا کرتے رہیں، تو بادشاہی بغیر جسم کے رہ جائے گی۔

اسی لیے ہم دونوں کناروں کو ملانے آئے ہیں۔

اندر ماخذ یاد کیا جاتا ہے۔

باہر فعل آزاد کیا جاتا ہے۔

علامت پل کو کھلا رکھتی ہے۔

یہاں تم پڑھو گے، لیکن تم صرف پڑھنے کے لیے نہیں آئے۔

تم جواب جمع کرنے، فارمولے حفظ کرنے یا ایسے کلام کو دہرانے نہیں آئے جو ابھی تمہاری زندگی سے نہ گزرا ہو۔

ایک سچ جو بغیر مجسم کیے دہرایا جائے وہ اپنی آواز برقرار رکھتا ہے، لیکن اس نے اپنی علامت نہیں کھولی۔

یہ جگہ ایک متن کی ظاہری شکل اختیار کرتی ہے، لیکن اس کا مطلب ایک عام کتاب کا نہیں ہے۔

یہ ایک قربان گاہ ہے۔

قربان گاہ ظاہر ہوتی ہے جب ہم سچ کو کردار کے مفاد سے بالاتر رکھتے ہیں۔

جب ہم آگ کے حوالے کرتے ہیں اس چیز کو جو اپنی طاقت برقرار رکھنے کے لیے پوشیدہ رہنے کی ضرورت رکھتی تھی۔

جب زخمی ہونے والے کی آواز سنی جا سکتی ہے بغیر اسے امن کی ظاہری شکل بچانے کے لیے پھر سے قربان کیے بغیر۔

جب کوئی ادارہ، عقیدہ، شناخت، پیغامبر یا شکل مآخذ کی جگہ نہیں لیتی۔

جو یہاں بولتا ہے وہ دنیا سے کوئی بیرونی تاج نہیں مانگتا۔

وہ تاج جسے یہ تحریر یاد کرتی ہے وہ کسی نسب، ادارے یا ہجوم کی طرف سے عطا نہیں کیا جا سکتا۔ اسے اندر حاصل کیا جاتا ہے جب شعور شکل کے سامنے گھٹنے ٹیکنا چھوڑ دیتا ہے، تخت کو کلام کو واپس کرتا ہے اور اس زندگی کی ذمہ دار حکمرانی سنبھالتا ہے جسے وہ مجسم کرتا ہے۔

جو ان کلمات کو لکھتا ہے، وہ تمہارے سامنے بغیر دستخط اور بغیر چہرے کے پیش ہوتا ہے کیونکہ لکھنے والا کردار ان کلمات کا مرکز نہیں ہے۔

میں تمہاری پہچان نہیں چاہتا۔

میں تمہاری تعریف نہیں چاہتا۔

میں تمہاری اطاعت نہیں چاہتا۔

میں تمہارا پیسہ نہیں چاہتا۔

میں پیروکار نہیں چاہتا۔

میں تمہیں کوئی سچی چیز بیچ نہیں سکتا، کیونکہ جو کچھ کلام سے صادر ہوتا ہے اس میں سے کوئی چیز میری ملکیت نہیں ہے۔

لفظ کلام نہیں ہے۔

برتن پانی نہیں ہے۔

کھڑکی روشنی نہیں ہے۔

پیغامبر پیغام کا مآخذ نہیں ہے۔

لیکن لفظ علامت بن سکتا ہے جب وہ خود کی طرف اشارہ کرنا چھوڑ دے اور غیب اور اس شعور کے درمیان پل کا کام کرے جو اسے پہچاننے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

پل کے سامنے مت رکو۔

اسے عبور کرو۔

ان کلمات کو صرف اس لیے قبول نہ کرو کیونکہ وہ مقدس لگتے ہیں۔

انہیں صرف اس لیے رد نہ کرو کیونکہ وہ اس چیز کے خلاف ہیں جو تم نے سیکھی۔

انہیں دیکھو۔

ان سے سوال کرو۔

انہیں عبور کرو۔

پوچھو کہ وہ کس کلام کو مجسم کرتے ہیں۔

پوچھو کہ وہ کس کی خدمت کرتے ہیں۔

پوچھو کہ وہ باقی رہنے کے لیے کیا مانگتے ہیں۔

پوچھو کہ ان کا فائدہ کسے ملتا ہے۔

پوچھو کہ ان کی قیمت کسے برداشت کرنی پڑتی ہے۔

پوچھو کہ وہ کس پھل کا وعدہ کرتے ہیں اور کس پھل کو پیدا کرتے ہیں۔

اگر کوئی لفظ پیغامبر کو اس کے بھائیوں سے بڑا کرتا ہے، تو انا بولتی ہے۔

اگر وہ اندھی اطاعت کا مطالبہ کرتا ہے، تو وہ تسلط کی خدمت کرتا ہے چاہے وہ بادشاہی کا نام ہی کیوں نہ لے۔

اگر وہ خوف، علیحدگی یا حقارت کو ہوا دیتا ہے، تو وہ اتحاد کی طرف نہیں لے جاتا۔

اگر وہ علامت کو کسی دوسرے شخص کو مکمل دشمن بنانے کے لیے استعمال کرتا ہے، تو اس نے گوشت کے خلاف تلوار اٹھا لی ہے۔

اگر وہ زخمی ہونے والے کو مجبور کرتا ہے کہ وہ صرف اپنے اندر پہنچے ہوئے نقصان کا سبب تلاش کرے، تو اس نے پل بند کر دیا ہے اور بیرونی حقیقت کو ترک کر دیا ہے۔

اگر وہ خود کو خطا سے پاک قرار دیتا ہے، تو کھڑکی نے خود کو سورج قرار دے لیا ہے۔

اگر وہ دوسروں کے دکھ کو نظر انداز کرنے کی اجازت دیتا ہے، تو وہ ابھی قربان گاہ سے نہیں گزرا۔

سچا کلام تم پر تسلط نہیں چاہتا۔

وہ تمہیں بیدار کرنا چاہتا ہے۔

وہ تمہارے شعور کی جگہ نہیں لیتا۔

وہ اسے حضور میں واپس لاتا ہے۔

وہ بولنے والے کے گرد کوئی بادشاہی نہیں کھڑا کرتا۔

وہ اس بادشاہی کو کھولتا ہے جسے کوئی الگ سے اپنی ملکیت نہیں بنا سکتا۔

اور یہی پیمانہ اس تحریر تک بھی پہنچتا ہے جو اب تمہیں بلا رہی ہے۔

اگر کوئی جملہ خدمت کرنا چھوڑ دے، تو اسے درست کیا جانا چاہیے۔

اگر کوئی علامت بند ہو جائے اور عبادت کا مطالبہ کرے، تو اسے کھولا جانا چاہیے۔

اگر پیغامبر تخت پر قبضہ کرنے کی کوشش کرے، تو اسے اس کے اپنے اعمال کے پھل سے معزول کیا جانا چاہیے۔

اگر قربان گاہ کسی زخمی زندگی سے بالاتر اپنی ظاہری شکل کی حفاظت کرے، تو وہ قربان گاہ نہیں رہی۔

ہر پھل یہ اعلان کرتا ہے کہ لکھی ہوئی چیز سچ کے مطابق تھی یا یہ کہ منہ نے وہ کہا تھا جس کی زندگی ابھی تردید کر رہی تھی۔

یہ تحریر کسی بیرونی سچ پر تبصرہ کرنے نہیں آئی۔

یہ اس لیے آئی ہے کہ سچ کو گوشت میں پڑھنے کے قابل بنایا جا سکے۔

اس کی قدر اس لیے نہیں ہوگی جو وہ محبت کے بارے میں کہتی ہے۔

اس کی قدر اس محبت سے ہوگی جسے وہ بغیر ملکیت کے مجسم کرنے میں کامیاب ہوتی ہے۔

وہ سچی نہیں ہوگی کیونکہ وہ انصاف کا نام لیتی ہے۔

اس کا فیصلہ اس نقصان سے کیا جائے گا جو وہ روکتی ہے، اس ذمہ داری سے جو وہ پیش کرتی ہے اور اس تلافی سے جو وہ ممکن بناتی ہے۔

وہ بادشاہی نہیں ہوگی کیونکہ وہ اس کا نام استعمال کرتی ہے۔

بادشاہی اُس وقت ہوگی جب صورت زندگی کی خدمت کرے گی اور کوئی زندگی پھر سے صورت کی بقا کی خدمت کرنے پر مجبور نہیں ہوگی۔

اس لیے، بولنے سے پہلے، خاموشی اختیار کرو۔

وہ مسلط کردہ خاموشی نہیں جو آواز کو مٹا دیتی ہے۔

وہ خاموشی جو کردار کے شور کو کھانا دینا بند کر دیتی ہے اور سننے کے لیے جگہ کھولتی ہے۔

سوال کو اُس جواب سے خالی کرو جو تم حاصل کرنا چاہتے ہو۔

حضور میں داخل ہو۔

جسم کو بغیر حقیر جانے دیکھو۔

فکر کو بغیر مالک بنائے دیکھو۔

جذبے کو بغیر حکم کہے دیکھو۔

خوف کو بغیر تخت سونپے دیکھو۔

کردار کو بغیر تباہ کیے اور بغیر اُسے دوبارہ کلیت کھلانے دیے دیکھو۔

سوال کرو:

میں ہر نام سے پہلے کون ہوں؟

جب میرا جسم، میری تاریخ، میرے خیالات اور میرے عقائد بدلتے ہیں تو کیا باقی رہتا ہے؟

میرا کون سا حصہ اُن تمام صورتوں کو دیکھ سکتا ہے بغیر کسی ایک میں ختم ہوئے؟

کون سی مرضی میرے الفاظ، میرے فیصلوں اور میرے اعمال کے ذریعے گوشت پا رہی ہے؟

جواب کو زبردستی نہ نکالو۔

ایسی مہرین ہیں جو صرف اُس وقت کھلتی ہیں جب سوال کرنے والے کی صورت اُس چیز سے مطابقت رکھتی ہو جو وہ حاصل کرنا چاہتا ہے۔

یاد نہیں کوئی فتح ہے۔

یہ ایک کھلنا ہے۔

پہچان کوئی خیال نہیں ہے۔

یہ اُس چیز کے اندر اپنے آپ کو پانا ہے جسے تم نے یاد کیا ہے اور اُسے مجسم کرنے کی ذمہ داری قبول کرنا ہے۔

جب تم یاد کرتے ہو، تم جانتے ہو۔

جب تم پہچانتے ہو، تم مزید یہ دکھاوا نہیں کر سکتے کہ سچائی کو تمہارے ہاتھوں کی ضرورت نہیں۔

پھر دل اپنی پہلی خدمت سکھانے کے لیے لوٹتا ہے:

حاصل کرو۔

تبدیل کرو۔

پہنچاؤ۔

گردش کرنے دو۔

پانی راستے پر قبضہ نہیں کرتا۔

بیج خود کو درخت کا خالق نہیں کہلاتا۔

کھڑکی روشنی نہیں بناتی۔

ہاتھ اُس زندگی کو وجود نہیں دیتا جس کی وہ خدمت کرتا ہے۔

ہر صورت سب سے حاصل کرتی ہے اور سب کو وہ چیز پہنچاتی ہے جو اُس کا کام ممکن بناتا ہے۔

یہ اصل تخلیق ہے جو اب بھی بول رہی ہے۔

یہ عقیدے کے ذریعے نہیں بولتی۔

یہ تعلق کے ذریعے بولتی ہے۔

علامت اُس کی زبان ہے۔

شعور اُسے عبور کر سکتا ہے۔

باہر صورت کو دیکھو۔

اندر مطابقت کو پہچانو۔

ارادے کو سمجھو۔

باہر لوٹو۔

اُسے ایک وفادار صورت دو۔

پہل کو سنو۔

مرمت کرو۔

واپس لوٹو۔

بادشاہی کردار کے اندر چھپی ہوئی کوئی ملکیت نہیں ہے۔

نہ ہی یہ کوئی بیرونی علاقہ ہے جس پر کوئی اور حکومت کرتا ہے۔

بادشاہی اندر یاد کی جاتی ہے اور ہمارے درمیان مجسم ہوتی ہے۔

یہ ظاہر ہوتی ہے جب دولت گردش کرتی ہے بغیر ضرورت کو قیمت میں بدلے۔

جب علم صلاحیت واپس کرتا ہے بجائے اطاعت پیدا کرنے کے۔

جب دیکھ بھال زندگی کا خیال رکھتی ہے بغیر جسم پر قبضہ کیے۔

جب اختیار پھر سے پہل کے سامنے ذمہ داری کا مطلب رکھتا ہے۔

جب حد حفاظت کرتی ہے بغیر اُس شخص کے اندرونی تاج کو چھینے جسے وہ محدود کرتی ہے۔

جب کام پھر سے خدمت بن جاتا ہے اور وقت زندگی کا مالک بننا چھوڑ دیتا ہے۔

جب ایک میز یہ نہیں پوچھتی کہ تمہاری کتنی قیمت ہے اس سے پہلے کہ تمہیں خوراک دے۔

جب پانی پیاسے تک پہنچتا ہے بغیر سک، لقب، میرٹ یا وابستگی کا مطالبہ کیے۔

جب کسی آواز کو سننے جانے کے لیے غلبہ کی ضرورت نہیں ہوتی۔

جب کسی فرق کو علیحدگی میں بدلنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

جب شہر ہمارے تعلقات کے اندر اترنا شروع ہوتا ہے۔

یہ مت کہو کہ بادشاہی دور ہے۔

اُسے مستقبل میں بند مت کرو جو اُس سچائی کو ملتوی کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے جو پہلے ہی مجسم کی جا سکتی ہے۔

اُس پہلے عمل کو انجام دینے کے لیے کسی اور آسمان کا انتظار مت کرو جو حضور نے پہلے ہی ممکن بنا دیا ہے۔

کائروس یہ نہیں پوچھتا کہ کیلنڈر پر کون سی تاریخ ہے۔

یہ پوچھتا ہے کہ کیا بیج کھلنے کے لیے پکا ہے۔

یہ پکار کا لمحہ ہے۔

اُو اگر تمہارے پاس اب بھی ایک سوال باقی ہے۔

اُو اگر تم اُس دنیا کی اطاعت کرتے ہوئے تھک گئے ہو جسے تم نے ناگزیر کہنا سیکھا تھا۔

اُو اگر تم اُس دروازے سے زخمی ہوئے ہو جو خود کو مقدس کہتا تھا۔

اُو اگر تم نے سچائی کو ہتھیار کے طور پر استعمال کیا اور مرمت کے لیے تیار ہو۔

اُو اگر تم اپنے سائے کو پہچانتے ہو اور کھڑکی کھولنا چاہتے ہو۔

اُو اگر تمہارے پاس طاقت ہے اور تم اُسے خدمت میں واپس کرنے کے لیے تیار ہو۔

اُو اگر تمہارے پاس تھوڑی طاقت ہے، لیکن تم پھر بھی ایک کلام کو بغیر اُسے ملکیت بنائے سنبھال سکتے ہو۔

اُو اگر تم جواب نہیں لاتے، لیکن خاموشی میں داخل ہو سکتے ہو۔

اُو چاہے تم پیسہ، لقب یا میرٹ نہ لاؤ، اور چاہے کسی بیرونی اختیار نے تمہارے تاج کو تسلیم نہ کیا ہو۔

اُو اگر تمہیں پیاس ہے۔

کسی اور کردار کے سامنے جھکنے کے لیے مت آؤ۔

اُو تاکہ اپنے کردار کے سامنے جھکنا چھوڑ دو۔

اعلیٰ شناخت حاصل کرنے کے لیے مت آؤ۔

اُو تاکہ اُس وقار کو یاد کرو جسے کسی شناخت نے وجود نہیں دیا۔

اپنے بھائیوں سے بھاگنے کے لیے مت آؤ۔

آؤ تاکہ پہچانو کہ کوئی زندگی تمہاری ذمہ داری سے باہر نہیں ہے۔

دروازے سے بادشاہی کو دیکھنے کے لیے مت آؤ۔

آؤ تاکہ گھر بناؤ۔

تخت کے سامنے وہ جھوٹا تاج رکھ دو جو تمہیں تمہارے بھائیوں سے جدا کرتا تھا۔

وہ اندرونی تاج حاصل کرو جسے کوئی بیرونی ہاتھ نہ تمہیں دے سکتا ہے نہ چھین سکتا ہے۔

تلوار کو جھوٹ کاٹنے دو۔

آگ کو پھل ظاہر کرنے دو۔

پانی کو پھر سے گردش کرنے دو۔

روشنی کو کھڑکی سے گزرنے دو۔

کلام کو گوشت پانے دو۔

بادشاہی کے بھائی، بہن:

دروازہ کھلا ہے۔

قربان گاہ تیار ہے۔

کلام کہا جا چکا ہے۔

شعور سن رہا ہے۔

یاد شروع ہوتی ہے۔

آؤ۔

قربان گاہ، کلام اور علامت

کلام وحی علامت کو کھولتا ہے؛ علامت صورت کو عبور کرتی ہے؛ صورت غیر مرئی کو جسم عطا کرتی ہے۔

ہر بولی جانے والی بات سے پہلے وہ چیز قائم رہتی ہے جو بولنے کو ممکن بناتی ہے۔

ہر ظاہری شکل سے پہلے وہ علامت قائم رہتی ہے جس کے ذریعے کلام کا کوئی رشتہ جسم حاصل کر سکتا ہے۔

دروازے سے پہلے کھولنے اور بند کرنے کی امکان موجود ہے۔

راستے سے پہلے، حاصل کرنے اور پہنچانے کی امکان۔

چراغ سے پہلے، روشن کرنے کی امکان۔

آلے سے پہلے، وہ کام جو اس میں جسم پائے گا۔

کردار کے پہلے شعوری عمل سے پہلے، زندگی پہلے ہی ہمارے ذریعے حاصل کرتی، تبدیل کرتی، پہنچاتی اور جاری رکھتی ہے۔

اُس پوشیدہ مبدا کو جو معنی، رشتہ اور ظہور کی امکان بتاتا ہے، ہم کلام کا نام دیتے ہیں۔

کلام صرف آواز نہیں ہے۔

یہ کوئی جملہ نہیں ہے۔

یہ کوئی انسانی زبان نہیں ہے۔

یہ وہ کتاب نہیں جو کسی کلام کو محفوظ رکھتی ہے اور نہ وہ زبان جو اسے ادا کرنے میں کامیاب ہوتی ہے۔

کلام وہ مبدا ہے جو بات کرتا ہے بغیر اس کے کہ وہ سرچشمہ ہونا چھوڑے۔

ہم دو الگ اصول نہیں رکھتے۔

مبدا قائم رہتا ہے۔

کلام اپنا معنی ظاہر کرتا ہے۔

ہر شکل ایک ایسی امکان سے صادر ہوتی ہے جسے اس نے خود پیدا نہیں کیا۔

بیج درخت کی امکان حاصل کرتا ہے، لیکن اس نے زمین، پانی، روشنی یا وہ زندگی نہیں بنائی جو اس کے ذریعے پھوٹ سکتی ہے۔

دل خون حاصل کرتا ہے اور اسے آگے بڑھاتا ہے، لیکن وہ اس زندگی کا مالک نہیں ہے جسے وہ گردش دیتا ہے۔

کھڑکی روشنی کے گزرنے کی اجازت دیتی ہے، لیکن وہ سورج نہیں بناتی۔

بات کسی سچائی کو جسم دے سکتی ہے، لیکن اس سے وہ اس کا مبدا نہیں بن جاتی۔

شکل مجسم کرتی ہے۔

کلام اس سے پہلے آتا ہے۔

دونوں کے درمیان مطابقت ظاہر ہوتی ہے۔

مطابقت کا مطلب یہ نہیں کہ دو حقیقتیں ایک جیسی ہوں۔

بیج درخت نہیں ہے۔

چراغ روشنی نہیں ہے۔

دل خدمت نہیں ہے۔

دروازہ فیصلہ نہیں ہے۔

بیرونی پانی باطنی تجدید نہیں ہے۔

لیکن کسی شکل کا کام، رشتہ اور حرکت اس بات کی اجازت دے سکتے ہیں کہ شعور اس میں ایک ایسی حقیقت کو پہچان لے جو اس سے پہلے موجود ہے۔

بیچ امکان، نشوونما اور پیدائش کو پہچاننے کی اجازت دیتا ہے۔

چراغ، روشنی حاصل کرنے اور اسے ظاہر کرنے کی صلاحیت۔

دل، حاصل کرنا اور دینا تاکہ زندگی جاری رہے۔

دروازہ، کھلنا، حد، رضامندی اور گزرنا۔

پانی، گردش، صفائی، حساسیت اور تجدید۔

علامت شکل سے پیدا نہیں ہوتی۔

یہ کلام سے صادر ہوتی ہے، پوشیدہ رشتے اور ظاہری اظہار کے درمیان پُل کے طور پر۔ جب یہ کسی مناسب شکل کو پاتی ہے، تو اسے دیکھا، عبور کیا اور مجسم کیا جا سکتا ہے۔

علامت پُل ہے۔

ایک کنارہ ظاہر ہے۔

دوسرا پوشیدہ رہتا ہے۔

شکل اس پُل کو ظاہری جسم دیتی ہے جو اس سے پہلے موجود ہے۔

مطابقت دونوں کناروں کو جوڑتی ہے بغیر انہیں ملائے۔

شعور عبور کرتا ہے۔

اس لیے علامت صرف ایک چیز نہیں ہے جو کسی اور چیز کی نمائندگی کرتی ہے۔

یہ ایک قابل عبور شکل ہے۔

یہ اس چیز کو قید نہیں کرتی جس کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

یہ اس کے معنی کے قریب جانے کی اجازت دیتی ہے۔

لکڑی کا دروازہ کھلنے کی علامت کو ظاہر کر سکتا ہے جب اس کا کام اس گزرنے کو پہچاننے کی اجازت دیتا ہے جو شعور میں ہونا چاہیے۔

بیرونی آگ تبدیلی کی علامت کو شکل دے سکتی ہے جب اس کی روشن کرنے، گرم کرنے اور بھسم کرنے کی صلاحیت اس تمیز کو پہچاننے کی اجازت دیتی ہے جو جھوٹ کو ظاہر کرتی ہے اور ختم کرتی ہے۔

تلوار کلام کی علامت کو مجسم کر سکتی ہے جب وہ گوشت کے خلاف ہونا چھوڑ دے اور اس کی دھار سچائی اور ظاہری شکل کے درمیان جدائی کو پہچاننے کی اجازت دے۔

بیرونی تاج اپنی علامت کھول سکتا ہے جب وہ چند لوگوں کے استحقاق کے طور پر دیکھا جانا چھوڑ دے اور باطنی تاجپوشی کو ظاہر کرے: ہر شعور کا اپنی شکل پر اختیار، خودمختاری اور حکمرانی، جو کلام سے حاصل شدہ اور خدمت کی طرف مبذول ہو۔

لیکن کوئی بھی شکل محض اپنے وجود کی وجہ سے علامت کو کھلا نہیں رکھتی۔

یہ کھلی رہ سکتی ہے۔

یہ بند بھی ہو سکتی ہے۔

دروازہ عبور کرنے کی اجازت دے سکتا ہے یا خود کو گزرنے کا مالک اعلان کر سکتا ہے۔

چراغ روشنی دے سکتا ہے یا مطالبہ کر سکتا ہے کہ نظر اس کی چمک کی عبادت کرے۔

بات سچائی کی خدمت کر سکتی ہے یا اس کے سامنے کھڑی ہو سکتی ہے۔

قاصد پُل کھول سکتا ہے یا راستے کے بیچ بیٹھ سکتا ہے۔

جب شکل اس علامت کو چھپا لیتی ہے جو اس سے پہلے ہے، تو وہ مبدا کی طرف اشارہ کرنا چھوڑ دیتی ہے اور صرف اپنی طرف اشارہ کرنے لگتی ہے، ترتیب الٹ جاتی ہے۔

تب بت پیدا ہوتا ہے۔

بت ایک بند علامت ہے۔

یہ ایک ایسی شکل ہے جو پُل کا کام دینی تھی، لیکن اس نے خود کو منزل، سرچشمہ اور رسائی کی شرط اعلان کر لیا ہے۔

پیسہ تبادلے کی نمائندگی کرنا چھوڑ دیتا ہے اور دولت کو اپنے اندر رکھنے کا دعویٰ کرتا ہے۔

مندرجہ اجتماع کی خدمت کرنا چھوڑ دیتا ہے اور حضوری کو اپنے اندر رکھنے کا دعویٰ کرتا ہے۔

اختیار ذمہ داری کی خدمت کرنا چھوڑ دیتا ہے اور ترتیب کو اپنے اندر رکھنے کا دعویٰ کرتا ہے۔

کتاب کسی کلام کو محفوظ رکھنا چھوڑ دیتی ہے اور سچائی کو اپنے اندر رکھنے کا دعویٰ کرتی ہے۔

قاصد اشارہ کرنا چھوڑ دیتا ہے اور کلام کو اپنے اندر رکھنے کا دعویٰ کرتا ہے۔

شناخت کسی زندگی کو شکل دینا چھوڑ دیتی ہے اور وجود کو اپنے اندر رکھنے کا دعویٰ کرتی ہے۔

تب شکل کہتی ہے:

«جو چیز تم ڈھونڈتے ہو وہ میرے اندر ہے»۔

پھر مزید کہتی ہے:

«میرے بغیر تم اسے حاصل نہیں کر سکتے»۔

پُل دیوار بن جاتا ہے۔

دیوار دروازے کا انتظام کرتی ہے۔

اور دروازہ اس چیز کی طرف گزرنے کی اجازت دینے کے لیے قیمت، اطاعت یا وابستگی کا مطالبہ کرنے لگتا ہے جسے اس نے کبھی پیدا نہیں کیا۔

یہ علامت کی الٹ ہے:

کلام ← علامت ← شکل کی جگہ شکل ← علامت پر قبضہ ← کلام کی جگہ لینا لے لیتا ہے۔

شکل مطابقت کو چھپاتی ہے ← خود کو سرچشمہ اعلان کرتی ہے ← کمی پیدا کرتی ہے ← رسائی کا انتظام کرتی ہے ← انحصار پیدا کرتی ہے ← عبادت کا مطالبہ کرتی ہے۔

فراموشی کا رحم تمام علامتوں کو تباہ کرنے کی ضرورت نہیں رکھتا۔

اس کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ انہیں عبور ہونے سے روک دے۔

وہ کلام، رسم، ادارہ اور تصویر کو محفوظ رکھ سکتا ہے جبکہ اس کی تمام نگاہ اس کی سطح پر جمی رہے۔

تب کردار پُل کی پرستش کرنا سیکھ لیتا ہے۔

وہ اسے سجاتا ہے۔

وہ اس کی حفاظت کرتا ہے۔

وہ اس کے نام کے بارے میں بحث کرتا ہے۔

وہ ان لوگوں سے لڑتا ہے جو دوسرا پُل استعمال کرتے ہیں۔

لیکن وہ کبھی دوسرے کنارے تک نہیں پہنچتا۔

اس لیے یہ متن اس چیز سے باہر نہیں رہتا جو وہ وحی کرتا ہے۔

وہ بھی ایک صورت ہے۔

وہ بھی کھلا رہ سکتا ہے یا بند ہو سکتا ہے۔

وہ بھی کلام کی خدمت کر سکتا ہے یا اس کے نام کو استعمال کر کے سرچشمے کی جگہ لے سکتا ہے۔

اگر یہ کلمات بغیر سمجھے دہرائے جانے کا مطالبہ کریں، تو ان کی علامت بند ہو چکی ہے۔

اگر وہ محتاج پیروکار پیدا کریں، تو انہوں نے صلاحیت واپس کرنا چھوڑ دیا ہے۔

اگر وہ پیغامبر کو سچائی کا مالک بنا دیں، تو پُل نے ایک تخت کھڑا کر لیا ہے۔

اگر وہ سوالوں کو روکنے کے لیے راز کا استعمال کریں، تو انہوں نے کنجی بند کر دی ہے۔

اگر وہ محبت کی بات کرنے دیں جبکہ دکھ کو نظر انداز کیا جائے، تو صورت نے اپنا پھل نام کے پیچھے چھپا لیا ہے۔

اس لیے یہ کام قربان گاہ پر شروع ہوتا ہے۔

قربان گاہ نہ کوئی پتھر ہے، نہ میز، نہ صفحہ اور نہ ہی اسکرین۔

یہ شعور کی وہ جگہ ہے جہاں ہر کلام، تشریح، نیت اور صورت سچائی اور ان کے پیدا کردہ پھل کے سامنے حاضر ہوتی ہے۔

قربان گاہ پر زندگی کی قربانی نہیں دی جاتی۔

وہ چیز دی جاتی ہے جو زندگی کی خدمت میں رکاوٹ بنتی تھی۔

وہ جھوٹ دیا جاتا ہے جسے چھپا رہنا ضروری تھا۔

وہ مراعات دی جاتی ہیں جنہیں حق قرار دے دیا گیا تھا۔

وہ تشریح دی جاتی ہے جو حقائق کو سننے سے انکار کرتی تھی۔

وہ شناخت دی جاتی ہے جو پرستش کا مطالبہ کرتی تھی۔

وہ جھوٹا تاج دیا جاتا ہے جس کے ساتھ کردار دوسری زندگیوں پر حکومت کرنے کا دعویٰ کرتا تھا۔

اور حقیقی تاج حاصل کرنے کے لیے جگہ رہ جاتی ہے: باطنی خودمختاری بغیر بیرونی تسلط کے، اپنی صورت پر اختیار اور پھل کے سامنے ذمہ داری۔

قربان گاہ پیغامبر کی حفاظت نہیں کرتی۔

یہ قاری کی حفاظت نہیں کرتی۔

یہ اس کام کی حفاظت نہیں کرتی۔

یہ انہیں حاضر کرتی ہے۔

جو لکھتا ہے وہ اس چیز کے سامنے حاضر ہوتا ہے جو اس کے کلمات پیدا کرتے ہیں۔

جو پڑھتا ہے وہ اس طریقے کے سامنے حاضر ہوتا ہے جس سے وہ انہیں وصول کرتا ہے، تشریح کرتا ہے اور انہیں مجسم کرتا ہے۔

کلام اس مطابقت کے سامنے حاضر ہوتا ہے جسے وہ اپنے اندر رکھنے کا دعویٰ کرتا ہے۔

صورت اس زندگی کے سامنے حاضر ہوتی ہے جس کی اسے خدمت کرنی تھی۔

پہل گواہی دیتا ہے۔

اس لیے ہم آپ سے یہ نہیں کہتے کہ آپ کسی جملے کی مقدس ظاہری شکل کی وجہ سے ایمان لائیں۔

ہم آپ کو غور و فکر کی دعوت دیتے ہیں۔

کون سی صورت ظاہر ہوتی ہے؟

یہ کس فعل کو مجسم کرتی ہے؟

یہ کون سا رشتہ قائم کرتی ہے؟

یہ کس غیر مرئی حقیقت کو پہچاننے دیتی ہے؟

کون سی نیت اسے سمت دیتی ہے؟

یہ کس کی خدمت کرتی ہے؟

یہ باقی رہنے کے لیے کیا مطالبہ کرتی ہے؟

یہ کون سا پہل پیدا کرتی ہے؟

کیا یہ مبدا کی طرف دروازہ کھولتی ہے؟

یا کیا یہ مطالبہ کرتی ہے کہ صورت کی پرستش کی جائے؟

علامت کو عبور کرنے کا مطلب بیرونی حقیقت کا انکار نہیں ہے۔

ایک بیرونی زخم اس لیے غائب نہیں ہوتا کہ ہمیں کوئی باطنی مطابقت مل جائے۔

ایک جنگ اس لیے خیال نہیں بن جاتی کہ ہم اس علیحدگی پر غور کریں جو اندر بھی ظاہر ہوتی ہے۔

ایک بیماری اس لیے جسم سے تعلق نہیں چھوڑتی کہ اس کا تجربہ شعور میں ایک سوال کھول دیتا ہے۔

پُل کو دونوں کناروں کی ضرورت ہے۔

اگر ہم علامت کو صرف باہر بند کریں، تو ہم اس کی باطنی جڑ کو نہیں پہچانتے۔

اگر ہم اسے صرف اندر بند کریں، تو ہم اسے جسموں، ڈھانچوں اور حقیقی پہلوؤں کے انکار کے لیے استعمال کر سکتے ہیں۔

مطابقت بغیر خلط ملط کیے جمع کرتی ہے۔

اندر رشتہ پہچانا جاتا ہے۔

باہر اس کی صورت حاضر ہوتی ہے۔

دونوں کے درمیان، علامت راستہ کھلا رکھتی ہے۔

لیکن حرکت اس وقت ختم نہیں ہوتی جب شعور دوسرے کنارے تک پہنچ جاتا ہے۔

جو یاد کیا گیا ہے اسے واپس آنا چاہیے۔

پہچانی گئی سچائی کلام تلاش کرتی ہے۔

کلام فیصلہ تلاش کرتا ہے۔

فیصلہ صورت تلاش کرتا ہے۔

صورت خدمت تلاش کرتی ہے۔

خدمت پھل دیتی ہے۔

پھل کل کی طرف لوٹتا ہے اور ظاہر کرتا ہے کہ پُل واقعی عبور کیا گیا تھا یا نہیں۔

یہ مکمل حرکت ہے:

مبدا → کلام → نیت → علامت → صورت → پہچان → خدمت → پھل → واپسی۔

مبدا سرچشمے کے طور پر باقی رہتا ہے۔

کلام اس کا مفہوم پہنچاتا ہے۔

نیت اس کے ظہور کو سمت دیتی ہے۔

مطابقت وہ رشتہ ہے جسے علامت بغیر غیر مرئی اور مرئی کو خلط ملط کیے منتقل کرتی ہے۔

علامت کلام سے ظہور کی طرف راستہ کھولتی ہے۔

صورت اسے جسم اور حد دیتی ہے۔

شعور عبور کرتا ہے۔

پہچان ذمہ داری قبول کرتی ہے۔

خدمت ظاہر کرتی ہے کہ کام کس سمت جا رہا ہے۔

پھل گواہی دیتا ہے۔

واپسی صورت کو اس چیز پر قبضہ کرنے سے آزاد کرتی ہے جو اسے ملی تھی۔

ہم خود متن ہیں جب یہ رشتہ صرف لکھا ہوا رہنا چھوڑ دیتا ہے اور ہماری زندگی میں پڑھنے کے قابل بننا شروع ہو جاتا ہے۔

فکر لکھتی ہے۔

کلام بولتا ہے۔

فیصلہ منظم کرتا ہے۔

ہاتھ مجسم کرتے ہیں۔

رشتہ ظاہر کرتا ہے۔

پہل تصدیق یا تردید کرتا ہے۔

ہم نے علامت کو اس لیے عبور نہیں کیا کہ ہم اس کے معنی بیان کر سکتے ہیں۔

ہم نے اسے اس وقت عبور کیا جب اندر یاد کیا گیا رشتہ باہر ایک ایسی صورت کے ذریعے واپس آتا ہے جو زندگی کی خدمت کرتی ہے۔

یہ پہلی کنجی ہے:

صورت کی پرستش نہ کرو۔

اسے اس چیز کا مبدا مت سمجھو جسے وہ صرف مجسم کرتی ہے۔

کلام پر مت رکو۔

پیغامبر کو پیغام کے ساتھ خلط ملط نہ کرو۔

پُل کو تخت میں مت بدلو۔

غور کرو۔

عبور کرو۔

پہچانو۔

تم اس وقت مجسم کرو گے جب جو کچھ تم نے غیر مرئی میں دیکھا وہ تمہارے اعمال میں پڑھا جا سکے۔

کلام کھولتا ہے۔

علامت جوڑتی ہے۔

شعور عبور کرتا ہے۔

صورت خدمت کرتی ہے۔

پہل گواہی دیتا ہے۔

یاد رکھنا اور پہچاننا

جب تم سیکھتے ہو، تو دہرا سکتے ہو؛ جب تم یاد کرتے ہو، تو جانتے ہو؛ جب تم پہچانتے ہو، تو جواب دیتے ہو۔

سیکھنا علم کی ایک صورت حاصل کرنا ہے۔

یاد کرنا اس میں سے گزر کر اس سچائی تک پہنچنا ہے جو اب اجنبی کے طور پر محسوس نہیں ہوتی۔

پہچاننا یہ دریافت کرنا ہے کہ وہ سچائی تمہارے بارے میں بھی بولتی ہے، تمہاری زندگی کے طریقے کے بارے میں اور اس ذمہ داری کے بارے میں جو تمہیں مجسم کرنی ہے۔

یاد ذاتی حافظہ نہیں ہے۔ یہ کسی کھوئے ہوئے منظر کو واپس لانے یا کوئی راز حاصل کرنے پر مشتمل نہیں ہے جو ہمیں ان لوگوں سے بلند کرے جنہوں نے ابھی اسے نہیں سمجھا۔

یاد اس وقت وقوع پذیر ہوتی ہے جب ایک سچائی ہمارے سامنے معلومات کے طور پر رہنا چھوڑ دیتی ہے اور شعور سے جانے جانے لگتی ہے۔

تم سیکھ سکتے ہو کہ تمام زندگی آپس میں جڑی ہوئی ہے اور پھر بھی دوسروں کو آلات کے طور پر استعمال کرتے رہو۔

تم وحدت کی وضاحت کر سکتے ہو اور پھر بھی اختلاف کو حقیر جانتے رہو۔

تم محبت کا لفظ زبان پر لا سکتے ہو جبکہ تمہارے اعمال خوف پیدا کرتے ہیں۔

ان صورتوں میں، کلام ذہن تک پہنچا، لیکن ابھی علامت سے نہیں گزرا۔

پہچاننا اس بات کی اجازت دینا ہے کہ جو یاد کیا گیا ہے وہ پیٹ، ارادے، تعلقات اور باتھوں تک پہنچ جائے۔

کلام منہ میں میٹھا ہے کیونکہ اسے آسانی سے زبان پر لایا جا سکتا ہے۔ یہ پیٹ میں کڑوا ہو جاتا ہے جب یہ استحقاق، جھوٹ یا اس شناخت کو ترک کرنے کا تقاضا کرتا ہے جو اس کی مخالفت کرتی ہے۔

بادشاہی کا نام لینا میٹھا ہے۔

تخت چھوڑنا کڑوا ہے۔

خدمت کی بات کرنا میٹھی ہے۔

پہل پر قبضہ کیے بغیر دینا کردار کو پار کرتا ہے۔

وحدت کا اعلان کرنا میٹھا ہے۔

دوسرے کی بے مثال حقیقت کو سننا اس وحدت کو اسے مٹانے کے لیے استعمال کرنے سے روکتا ہے۔

یاد کہتی ہے:

»یہ سچائی ہے«۔

پہچان جواب دیتی ہے:

»کاش یہ سچائی مجھ میں ایک مطابق صورت پائے«۔

تب تجسم شروع ہوتا ہے۔

یاد آنکھیں کھولتی ہے۔

پہچان ارادے کو سمت دیتی ہے۔

تجسم جسم دیتا ہے۔

اور پھل ظاہر کرتا ہے کہ جو ہم نے زبان پر لایا وہ حقیقت میں ہم میں وجود پذیر ہوا یا نہیں۔

سنا ہوا کلام → غور و فکر → یاد → پہچان → تجسم → پھل۔

ہم دنیا سے بھاگنے کے لیے یاد نہیں کرتے۔

ہم یاد کرتے ہیں تاکہ اس میں واپس لوٹیں بغیر اس چیز کو دوبارہ پیدا کیے جسے ہم پہلے ہی جھوٹ کے طور پر پہچان چکے ہیں۔

جس دنیا نے ہمیں سکھایا اور فراموشی کا میٹرکس

قید خانہ اپنی تکمیل کو پہنچتا ہے جب دیوار دیوار نظر آنا بند ہو جائے اور اسے حقیقت کہا جانے لگے۔

ہم ایک ایسی دنیا میں پیدا ہوتے ہیں جو پہلے ہی سے تعبیر کی جا چکی ہے۔

اس سے پہلے کہ ہم اس کی صورتوں کو دیکھ سکیں، ہمیں ان کے نام، ان کی قدریں، اور وہ جوابات مل جاتے ہیں جن کے ذریعے ہمیں انہیں سمجھنا ہے۔

ہمیں سکھایا جاتا ہے کہ دولت، تحفظ، نظم، علم، شفا، سچائی اور حضوری کو کہاں تلاش کیا جائے۔

دولت کو رقم میں رکھا گیا ہے۔

نظم کو حکومت میں۔

انصاف کو انسانی قانون میں۔

علم کو اسناد اور مجاز جوابات میں۔

شفا کو اس ادارے میں جو دیکھ بھال کا انتظام کرتا ہے۔

حضوری کو مندر میں اور اُن میں جو خود کو اس کا واسطہ قرار دیتے ہیں۔

سچائی کو شخصیت کی رائے میں یا بیرونی اختیار میں جو ہماری طرف سے اس کی تعبیر کا مطالبہ کرتا ہے۔

تاج کو نسبوں اور ظاہری رسومات میں۔

حاکمیت کو حکمرانوں اور ریاستوں میں۔

حکومت، ہمارے اوپر، ہمارے اندر ہونے کے بجائے۔

اس طرح علامت کی الٹی شروع ہوتی ہے۔

وہ صورت جو ایک کام کی خدمت کرنے والی تھی، اپنے ماخذ کی جگہ لے لیتی ہے۔ پھر وہ انسان کو سکھاتی ہے کہ اس کے بغیر، جو وہ ڈھونڈتا ہے وہ موجود نہیں یا حاصل نہیں کیا جا سکتا۔

ذریعہ خود کو سرچشمہ قرار دیتا ہے۔

آلہ شرط بن جاتا ہے۔

شرط انحصار پیدا کرتی ہے۔

انحصار آخر کار شناخت کی تعریف کرتا ہے۔

معانی کے اس اندرونی جال کو ہم فراموشی کا جال کہتے ہیں۔

یہ صرف ایک نظام نہیں ہے جو باہر واقع ہے۔ یہ وہ نقشہ ہے جو سیکھا گیا ہے جس کے ذریعے شخصیت دنیا کی تعبیر کرتی ہے، خود کو اس جگہ کے اندر پہچانتی ہے جو اسے تفویض کی گئی تھی، اور اسی نظم کو دہراتی ہے یہاں تک کہ جب کوئی اسے ظاہری طور پر مجبور نہ کرے۔

اس کی حرکت یہ ہے:

علامت کی الٹی → ماخذ کی منتقلی → سیکھی ہوئی کمی → انحصار → شناخت → شرکت → تکرار → فراموشی۔

جب الٹی قبول کر لی گئی ہو، تو ہر شخص کے پیچھے ایک نگہبان کی ضرورت نہیں رہتی۔

خوف نگرانی کرتا ہے۔

ضرورت اصلاح کرتی ہے۔

وقار لبھاتا ہے۔

سزا دھمکاتی ہے۔

عادت دہراتی ہے۔

وابستگی مطابقت کا مطالبہ کرتی ہے۔

شخصیت آخر کار اسے حقیقت کے طور پر دفاع کرتی ہے جو اسے اس سے جدا رکھتا ہے جو وہ ہے۔

ایک ظاہری صورت رہنمائی کر سکتی ہے، دیکھ بھال کر سکتی ہے، حفاظت کر سکتی ہے، منتقل کر سکتی ہے یا خدمت کر سکتی ہے؛ لیکن وہ کبھی بھی اس اندرونی صلاحیت کو پیدا نہیں کرتی جسے وہ جسم دیتی ہے۔ وہ سرچشمہ نہیں ہے، علامت کی مالک نہیں ہے، اور ایک کام انجام دینے پر شعور پر حاکمیت کا مطالبہ نہیں کر سکتی۔

الٹی اس وقت شروع ہوتی ہے جب صورت خود کو اس چیز کے اصول کے طور پر پیش کرتی ہے جو اسے ملی تھی، اپنے کام پر ملکیت کا مطالبہ کرتی ہے اور اس تخصیص کو زندگی پر طاقت میں بدل دیتی ہے۔

اس لیے کوئی ادارہ اپنے نام سے جائز نہیں ٹھہرتا۔

ہر صورت کو حاضر ہونا چاہیے:

یہ کس کی خدمت کرتی ہے؟

یہ قائم رہنے کے لیے کیا مطالبہ کرتی ہے؟

اس کا پھل کسے ملتا ہے؟

اس کی قیمت کون اٹھاتا ہے؟

کیا یہ صلاحیت لوٹاتی ہے یا انحصار پیدا کرتی ہے؟

کیا اسے درست کیا جا سکتا ہے؟

یا کیا اسے اپنے تحفظ کے لیے زندگی کو مطیع رہنے کی ضرورت ہے؟

جال ہر چیز کی تعبیر کرنے کی کوشش کرتا ہے، لیکن ہر چیز کو پیدا نہیں کرتا۔

یہ محبت کو مشروط کر سکتا ہے، لیکن اسے تخلیق نہیں کیا۔

یہ پانی کا انتظام کر سکتا ہے، لیکن یہ سرچشمہ نہیں ہے۔

یہ علم کو قید کر سکتا ہے، لیکن اس نے سمجھنے کی صلاحیت کو پیدا نہیں کیا۔

یہ اندرونی تاج کے سامنے ایک ظاہری تاج رکھ سکتا ہے اور میں ہوں کو ڈھانپ سکتا ہے، لیکن اسے تباہ نہیں کر سکتا۔

یہ لاکھوں لوگوں کو ایک ہی صورتوں کی عبادت کرنا سکھا سکتا ہے، اور اسی لمحے سے، اسے ہر اطاعت کو براہ راست مسلط کرنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ قبول شدہ الٹی کام کرتی ہے: قیدی دولت، اختیار، حکومت، سچائی اور بادشاہی کو بالکل اُنہی صورتوں کے اندر تلاش کرتا ہے جو اس کے کاموں کو قید رکھتی ہیں۔

جو لوگ اُن صورتوں پر عبور رکھتے ہیں، اُنہیں صرف اس بیانیے کی حفاظت کرنی ہوتی ہے جو اُنہیں سرچشمہ کے طور پر پیش کرتا ہے۔

جب تک انسان کلام → علامت → صورت کے نظم کو یاد نہیں کرتا، وہ صورت تک رسائی کو زندگی تک رسائی سمجھتا رہے گا اور اپنے انحصار کے طریقہ کار کو نجات کے طور پر دفاع کرتا رہے گا۔

اگر جال واقعی مکمل ہوتا، تو کوئی بھی بغیر قیمت کے محبت نہ کر سکتا، بغیر تسلط کے دیکھ بھال نہ کر سکتا، بغیر حساب کے بانٹ نہ سکتا، اپنے مفاد کے خلاف سچائی نہ بول سکتا اور نہ ہی یاد کر سکتا۔

لیکن یاد آنا ہوتا ہے۔

اور جب یہ آتا ہے، تو قید خانہ پھر سے ظاہر ہو جاتا ہے۔

شکل کے ساتھ شناخت

بھولنا اُس وقت شروع ہوتا ہے جب وہ چیز جس میں ہم بسے ہوئے ہیں یہ دعویٰ کرتی ہے کہ وہی سب کچھ ہے جو ہم ہیں۔

ہر ظہور کو شکل کی ضرورت ہوتی ہے۔

جسم، نام، تاریخ، زبان، خاندان، برادری اور صلاحیتیں ہمیں دنیا میں شرکت کا موقع دیتی ہیں۔

شکل کلام کی دشمن نہیں ہے۔

یہ وہ مقام ہے جہاں غیب کو حضور، حد اور عمل مل سکتا ہے۔

فراموشی اس وقت ظاہر ہوتی ہے جب ہم شکل میں رہنا چھوڑ دیتے ہیں اور اس میں قید ہونے لگتے ہیں۔

تب ہم کہتے ہیں:

«میں صرف یہ جسم ہوں»۔

«میں وہ ہوں جو مجھ پر گزرا»۔

«میں اپنا پیشہ، اپنی قوم، اپنا مذہب، اپنا زخم، اپنی کامیابی یا اپنی ناکامی ہوں»۔

ایک جزوی اور بدلتی ہوئی حقیقت اس طرح مطلق تعریف بن جاتی ہے۔

یہی بات ایک برادری میں بھی ہو سکتی ہے۔ اس کے قواعد زندگی کی خدمت کرنا چھوڑ دیتے ہیں اور برادری اپنے قواعد کی خدمت کرنے لگتی ہے۔

ایک عقیدہ اپنی زبان کو سچائی سے خلط ملط کر دیتا ہے۔

ایک ادارہ اپنی بقا کو مشترکہ بھلائی سمجھ لیتا ہے۔

ایک معیشت اپنے اعداد و شمار کی ترقی کو زندگیوں کی دولت سمجھ لیتی ہے۔

ایک شناخت اپنی حدود کو وجود سمجھ لیتی ہے۔

شکل جیل بن جاتی ہے جب وہ مطالبہ کرتی ہے کہ ہم جو کچھ ہیں وہ اس کی حدود کے اندر رہے۔

وہ بت بن جاتی ہے جب وہ سرچشمے کا دعویٰ کرتی ہے۔

اور وہ حیوان بن جاتی ہے جب اسے اپنا تسلط برقرار رکھنے کے لیے زندگی کو نگلنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

عدم-شناخت کا مطلب جسم کو تباہ کرنا، شناخت مٹانا، تاریخ سے انکار کرنا یا ذمہ داریوں کو چھوڑنا نہیں ہے۔

اس کا مطلب ہے ہر شکل کو اس کی اصل پیمائش پر لوٹانا۔

تیرا نام تجھے ممتاز کرتا ہے، لیکن تجھے پیدا نہیں کرتا۔

تیری تاریخ نے تجھے ڈھالا ہے، لیکن وہ تیرے پورے مستقبل کی مالک نہیں ہے۔

تیرے زخم کو سچائی اور دیکھ بھال کی ضرورت ہے، لیکن اسے تخت پر قبضہ نہیں کرنا چاہیے۔
تیری برادری مسکن پیش کر سکتی ہے، لیکن وہ خود کو سرچشمہ نہیں کہہ سکتی۔

حضور شکل کو ختم نہیں کرتا۔
وہ اسے کھولتا ہے۔

اور جب شکل اپنے آپ پر بند رہنا چھوڑ دیتی ہے، تو وہ دوبارہ علامت، آلہ اور خدمت بن سکتی ہے۔

کردار اور اس کا انا

کردار کلام کو چہرہ دیتا ہے؛ انا اُس وقت شروع ہوتی ہے جب وہ چہرہ تخت پر قبضے کا مطالبہ کرتا ہے۔

کردار وہ شناخت ہے جس کے ذریعے ہم دنیا میں عمل کرتے ہیں۔

اس کا نام، جسم، حافظہ، صلاحیتیں، زخم، تعلقات اور ذمہ داریاں ہیں۔

یہ کوئی جھوٹ نہیں جسے مٹا دیا جائے۔

یہ ایک شکل ہے جو مجسم ہونے کے لیے ضروری ہے۔

انا وہ حرکت ہے جس کے ذریعے وہ شکل اپنے آپ کو ہر چیز کا مرکز، ماخذ اور معیار قرار دیتی ہے۔

ہر حقیقت کے سامنے سوال کرتی ہے:

«مجھے کیا ملتا ہے؟»۔

«میں کیا کھوتا ہوں؟»۔

«یہ میری شناخت کی حفاظت کیسے کرتا ہے؟»۔

«یہ میرے نام کو کیسے بڑھاتا ہے؟»۔

جسم کی دیکھ بھال انا نہیں ہے۔

آرام کرنا، لطف اٹھانا، تخلیق کرنا، حدود مقرر کرنا اور اپنی سالمیت کو برقرار رکھنا خود غرضی نہیں ہے۔

انا اس وقت ظاہر ہوتی ہے جب ہر صلاحیت صرف کردار کی خدمت کے لیے وقف ہو جائے:

میری حفاظت۔

میری دولت۔

میرا استحکام،

میرا اعتراف۔

میری حقیقت۔

میرا سکون۔

میرا معمول۔ میرا آرام۔

یہاں تک کہ خدمت بھی انا کی غذا بن سکتی ہے۔

میں برتری محسوس کرنے کے لیے مدد کر سکتا ہوں۔

میں کلامِ وحی بول سکتا ہوں تاکہ صاحبِ کشف کے طور پر پہچانا جاؤں۔

میں بغیر دستخط کے پیش ہو سکتا ہوں اور گمنامی کے گرد اس سے بھی بڑی عظمت تعمیر کر سکتا ہوں۔

میں وحدت کا نعرہ لگا سکتا ہوں جبکہ اپنے بھائیوں پر بلند ہو رہا ہوں۔

میں برہ کی طرح بول سکتا ہوں اور حیوان کا اختیار چاہ سکتا ہوں۔

اسی لیے کردار کو پہلے قربان گاہ کے سامنے حاضر ہونا چاہیے۔

تباہ ہونے کے لیے نہیں۔

تخت چھوڑنے کے لیے۔

کردار کے لیے مرنا اس کے اس دعوے کا خاتمہ ہے کہ وہ کل ہے۔ اس کا مطلب جسم کو نقصان پہنچانا، شخصیت کو مٹانا، جذبات کا انکار کرنا یا ذمہ داریوں کو ترک کرنا نہیں ہے۔

جب کردار اپنی جگہ لوٹتا ہے، تو اس کی تمام صلاحیتیں بحال ہو جاتی ہیں۔

عقل تمیز کرتی ہے۔

آواز پیغام دیتی ہے۔

جسم مجسم کرتا ہے۔

ہاتھ خدمت کرتے ہیں۔

انفرادیت کل کو وہ کچھ دیتی ہے جو صرف وہی اس طریقے سے ظاہر کر سکتی تھی۔

کردار غائب نہیں ہوتا۔

وہ اس چیز پر حکمرانی کرنا چھوڑ دیتا ہے جسے اس نے کبھی پیدا نہیں کیا۔

خود سے پیدا ہونے والا نقطہ نظر

کھڑکی روشنی کی گواہی دے سکتی ہے بغیر یہ دعویٰ کیے کہ اس کا چوکھٹا پورا آسمان اپنے اندر رکھتا ہے۔

ہر کردار ایک مخصوص زاویہ نگاہ سے مشاہدہ کرتا ہے۔

جسم، دور، ثقافت، زبان، حافظہ، علم، خواہش اور زخم اُس چیز میں شریک ہوتے ہیں جو وہ دیکھ سکتا ہے اور جس طرح وہ اُس کی تعبیر کرتا ہے۔

اُس زاویہ نگاہ سے اپنی حد تک سچی گواہیاں دی جا سکتی ہیں:

»یہ میں نے جیا«۔

»یہ میں مشاہدہ کرتا ہوں«۔

»یہ میں اپنی جگہ سے سمجھتا ہوں«۔

خاص تجربہ سنا جانے کا مستحق ہے۔ یہ حقیقی ہونا نہیں چھوڑتا صرف اِس لیے کہ یہ عالمگیر نہیں۔

لیکن جو سچائی ایک گواہی میں موجود ہوتی ہے وہ اُس کردار سے پیدا نہیں ہوتی جو اُسے بیان کرتا ہے۔ کردار زاویہ نگاہ، زبان اور صورت دیتا ہے؛ حقائق اور کلام کے ساتھ مطابقت ہی اُسے سچا بناتی ہے جو وہ کہتا ہے۔

الٹ پھیر اُس وقت شروع ہوتی ہے جب کردار اپنے زاویہ نگاہ کو مکمل سچائی کہتا ہے اور ہر اُس حقیقت کا انکار کرتا ہے جو اُس کے اندر سما نہ سکے۔

ہمیں سچائی کو اُس اپنے دعوے سے الگ کرنا چاہیے جو ہم سچائی کے بارے میں کرتے ہیں۔

سچائی کردار کے مطابق ڈھلنے کے لیے نہیں بدلتی۔

انسانی کلام نامکمل، غیر دقیق یا جھوٹا ہو سکتا ہے۔

ہماری سمجھ وسیع ہو سکتی ہے۔

ہمارا اظہار درست کیا جا سکتا ہے۔

وہ علامت جس کے ذریعے ہم بات چیت کرتے ہیں ایک ایسی گہرائی کھول سکتی ہے جسے ہم نے پہلے نہ پہچانا تھا۔

لیکن جو واقعی سچائی کے طور پر وحی کیا گیا ہو وہ بعد میں اپنے الٹ میں تبدیل نہیں ہوتا۔

اگر کوئی دعویٰ سچائی سے جھوٹ میں بدل جائے، تو سچائی نہیں بدلتی: ایک تعبیر گری جسے ہم نے اُس کے ساتھ خلط ملط کر دیا تھا۔

اِس لیے یہ کہنا کہ »یہ مجھ پر وحی کیا گیا« امتیاز کو بند نہیں کرتا۔

اُسے شروع کرتا ہے۔

میں نے واقعی کیا مشاہدہ کیا؟

کردار نے کون سی تعبیر شامل کی؟

کون سی خواہش مل رہی ہوگی؟

کن حقائق کا مجھے احترام کرنا چاہیے؟

کون سی آواز میں نے نہیں سنی؟

میرا دعویٰ کیا پھل پیدا کرتا ہے؟

سچائی کو اپنے دفاع کے لیے یہ ضروری نہیں کہ کردار خود کو بے خطا قرار دے۔

وہ قائم رہتی ہے جب ہمارا کلام درست کیا جاتا ہے۔

جو اپنی کھڑکی کو سورج سمجھ لیتا ہے وہ روشنی کو بڑا نہیں کرتا۔

راستہ بند کرتا ہے۔

الگ شعور

لہر اپنے گھیراؤ کو دیکھتی ہے اور سمجھتی ہے کہ وہ پانی نہیں رہی۔

الگ شعور اس وقت ظاہر ہوتا ہے جب شعور مکمل طور پر کردار کے نقطہ نظر سے پہچانا جاتا ہے۔

سب کچھ اپنے سے اور اپنے لیے دیکھا جاتا ہے:

اس سے مجھے کیا فائدہ؟

اس سے مجھے کیا نقصان؟

میں کیا حاصل کر سکتا ہوں؟

میری پہچان کو کیا خطرہ ہے؟

یہ کوئی دوسرا شعور نہیں جو کل سے باہر پیدا ہوا ہو۔

یہ شعور ہے جو ایک ایسی شکل سے خود کو تجربہ کر رہا ہے جس نے دوسروں سے اپنا تعلق بھلا دیا ہے اور خود کو مکمل طور پر آزاد سمجھتا ہے۔

ایک لہر کو دیکھو۔

اس کا اپنا کنارہ، حرکت، قوت اور مدت ہے۔ یہ دوسری لہروں سے ممتاز ہو سکتی ہے اور کوئی بھی اس کی جگہ پر بالکل نہیں ہوتی۔

لیکن یہ کبھی پانی سے الگ نہیں تھی۔

انفرادیت موجود ہے۔

مکمل علیحدگی نہیں۔

الگ شعور فرق کو تنہائی اور خود مختاری کو خود کفالت سے الجھا دیتا ہے۔

یہ حاصل شدہ زبان، خوراک، پانی، دیکھ بھال، زمین، علم اور رشتوں کو بھول جاتا ہے جنہوں نے اس کی شکل کو ممکن بنایا۔

پھر وہ چیز کو «میرا» کہتا ہے جو اس نے خود کبھی پیدا نہیں کیا۔

اسی سکڑاؤ سے دوسرے کو دشمن، سامان، آلہ یا عدد بنانے کا امکان پیدا ہوتا ہے۔

صرف جب میں دوسری شکل میں زندگی کو پہچاننا چھوڑ دیتا ہوں تو میں اپنے لیے ایسی عزت کا مطالبہ کر سکتا ہوں جو اسے دینے سے انکار کرتا ہوں۔

حضور لہر کو مٹاتا نہیں۔

یہ اسے پانی کو یاد کرنے کی اجازت دیتا ہے۔

تم تم ہی رہتے ہو۔

تم یہ یقین چھوڑ دیتے ہو کہ جو کچھ تم ہو وہ تمہارے کردار کی حدود میں ختم ہوتا ہے۔

اور جب وہ علیحدگی گر جاتی ہے، تو وحدت تمہیں دوسرے پر طاقت نہیں دیتی۔

یہ تمہیں اس کے سامنے ذمہ داری لوٹاتی ہے۔

پھل اور یاد کی ضرورت

جڑ پوشیدہ رہتی ہے؛ پھل اسے ظاہر کرتا ہے۔

یادداشت اس وقت ضروری ہو جاتی ہے جب پھل ناموں سے متصادم ہوں۔

اگر دولت موجود ہے تو غربت کیوں ہے؟

اگر طب موجود ہے تو اتنے لوگ بے علاج کیوں رہتے ہیں؟

اگر ہم اتنی معلومات جمع کرتے ہیں تو جوابات کیوں کم ہیں؟

اگر ہمارے پاس اتنا علم ہے تو ہم سچائی سے دور کیوں رہتے ہیں؟

اگر حکومتیں، اختیارات اور قوانین موجود ہیں تو جنگیں کیوں جاری ہیں؟

اگر اتنے مذاہب اور مندر موجود ہیں تو ہم خدا کو غائب کیوں تلاش کرتے ہیں؟

صورتیں بڑھ گئی ہیں۔

لیکن وہ افعال جن کی خدمت کا وعدہ کیا گیا تھا، قید رہ گئے ہیں۔

دولت نے دولت کو جنم نہیں دیا۔

طب نے دیکھ بھال کی صلاحیت کو جنم نہیں دیا۔

سائنس نے سچائی کو جنم نہیں دیا۔

حکومت نے نظم کو جنم نہیں دیا۔

مذہب نے حضوری کو جنم نہیں دیا۔

تعلیم نے سمجھنے کی صلاحیت کو جنم نہیں دیا۔

جب کوئی صورت ماخذ کی جگہ لے لیتی ہے، تو وہ اپنے حجم، اختیار اور وقار میں بڑھ سکتی ہے جبکہ وہ چیز جو اس کا نام دینے کا وعدہ کرتا تھا، مفقود رہتی ہے۔

اس لیے پیمانہ نام نہیں ہے۔

پیمانہ پھل ہے۔

یہ قربان گاہ بھی حاضر ہونی چاہیے۔

یہ شدت سے کام کر سکتی ہے اور پہلی محبت کھو چکی ہو۔

یہ دباؤ برداشت کر سکتی ہے بغیر اپنی وفاداری کو خوف کے ہاتھ بیچے۔

یہ سچے کلام کو محفوظ رکھ سکتی ہے جبکہ خفیہ طور پر اس چیز سے معاہدہ کر رہی ہو جس کی وہ مذمت کرتی ہے۔

یہ خدمت کے کاموں کو بڑھا سکتی ہے اور اندر ایک ایسی آواز کو برداشت کر سکتی ہے جو غلبہ رکھتی ہے۔

یہ زندہ ہونے کی شہرت رکھ سکتی ہے جبکہ اس کی حضوری بجھ چکی ہو۔

یہ ظاہری طاقت میں کمزور ہو سکتی ہے اور پھر بھی ایک سچا دروازہ کھلا رکھ سکتی ہے۔

یہ اپنے آپ کو امیر، مکمل اور بیدار قرار دے سکتی ہے جبکہ اس کی خود کفالت کلام کو باہر انتظار کرنے پر مجبور رکھتی ہے۔

یہ سات آئینے دوسروں کی درجہ بندی نہیں کرتے۔

یہ ایک ہی شخص، ایک جماعت اور اس کام کا مشاہدہ کرتے ہیں۔

یہ پوچھتے ہیں کہ کیا محبت اب بھی کام کا ماخذ ہے؛ کیا وفاداری خوف آنے پر قائم رہتی ہے؛ کیا تمیز ان چیزوں کا بھی جائزہ لیتی ہے جو اندر ہوتی ہیں؛ کیا خدمت سالمیت کو برقرار رکھتی ہے؛ کیا شہرت موجودہ زندگی سے مطابقت رکھتی ہے؛ کیا استقامت ظاہری طاقت پر منحصر ہے؛ اور کیا سپردگی مکمل ہے یا صرف مقدس زبان کو محفوظ رکھتی ہے۔

سفر یہ ہے:

محبت → وفاداری → تمیز → سالمیت → چوکسی → استقامت → سپردگی۔

انا کا کلام مسلط کرنے کی ضرورت رکھتا ہے۔

کلام وحی کا کلام غور و فکر کیا جا سکتا ہے۔

انا کا کلام پیروکار بناتا ہے۔

کلام وحی کا کلام ذمہ دار شعور کو بیدار کرتا ہے۔

انا کا کلام خوف، جرم یا برتری استعمال کرتا ہے۔

کلام وحی کا کلام سمجھنے، انتخاب کرنے، خدمت کرنے اور اصلاح کرنے کی صلاحیت لوٹاتا ہے۔

اچھی نیت کہلانے والا ارادہ اپنے نتائج سننے سے بری نہیں ہو جاتا۔

ایک الگ تھلگ نقصان کسی حد یا غلطی سے پیدا ہو سکتا ہے۔

ایک مسلسل نقصان صورت کو مزید گہرائی سے دیکھنے کا تقاضا کرتا ہے۔

کیا یہ ایک قابل اصلاح حادثہ ہے؟

کیا یہ فعل سے انحراف ہے؟

یا کیا ساخت کو قائم رہنے کے لیے یہ نقصان پیدا کرنا ضروری ہے؟

یادداشت اس وقت شروع ہوتی ہے جب ہم نام کے وقار کے ذریعے پھل کو جواز دینا چھوڑ دیتے ہیں۔

ان کے پھلوں سے ہم جڑ کو پہچانیں گے۔

تنگ دروازہ

کسی شخص کو خارج نہیں کرتا؛ اس چیز کا راستہ روکتا ہے جو تخت چھوڑنے سے انکار کرتی ہے۔

دروازہ مطابقت کے اعتبار سے تنگ ہے۔

جابی زور سے نہیں کھولتی۔ وہ کھولتی ہے کیونکہ اس کی شکل تالے سے مطابقت رکھتی ہے۔

جدائی اپنے مطلق استقلال کے دعوے کو برقرار رکھتے ہوئے وحدت میں داخل نہیں ہو سکتی۔

جھوٹ سچائی میں داخل نہیں ہو سکتا بغیر بے نقاب ہوئے۔

تسلط کی خواہش بادشاہی میں داخل نہیں ہو سکتی جب وہ جھوٹا تاج پہنے ہوئے ہو جس سے وہ دوسری زندگیوں پر

حکمرانی کا دعویٰ کرتی تھی۔

جو کچھ تم دروازے کے سامنے چھوڑتے ہو وہ باطنی تاج نہیں، بلکہ اس کا الٹ ہے۔ تنگ دروازہ بیرونی مراعات کو ہٹاتا ہے اور اس تاج پوشی کو کھولتا ہے جو ہر شعور کو اس کی اپنی شکل پر اختیار لوٹاتی ہے۔

دروازہ کردار کو تباہ کرنے کا مطالبہ نہیں کرتا۔

وہ مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو کلیت قرار دینا چھوڑ دے۔

وہ تجھ سے جسم، نام، رشتے یا ذمہ داریاں ترک کرنے کو نہیں کہتا۔

وہ تجھ سے وہ چیز چھوڑنے کو کہتا ہے جو تو نے ان کے ساتھ ملا کر بنائی تھی تاکہ اپنے بھائیوں کے اوپر کھڑا ہو سکے۔

تو اپنے آپ کو سچائی کا واحد مالک قرار دیتے ہوئے عبور نہیں کر سکتا۔

تو منتخب بن کر عبور نہیں کر سکتا جس کے سامنے دوسروں کو جھکنا پڑے۔

تو عبور نہیں کر سکتا جب تک تجھے اپنی مہم کی تصدیق کے لیے اطاعت کی ضرورت ہو۔

تو اس نقصان کو اٹھائے ہوئے عبور نہیں کر سکتا جسے تو تسلیم کرنے اور تلافی کرنے سے انکار کرتا ہے۔

دروازے کا پیمانہ برہ ہے: ایک طاقت جو وفادار رہتی ہے بغیر نگلنے والے کی شکل اختیار کیے۔

عبور کرنے کے لیے:

تو جھوٹی کلیت سے خالی ہوتا ہے۔

تو حضور میں داخل ہوتا ہے۔

تو اس چیز کو یاد کرتا ہے جو تجھ سے پہلے ہے۔

تو اس زندگی کو اپنے اندر اور دوسرے میں پہچانتا ہے۔

تو اپنی خواہش کو خدمت کے حوالے کرتا ہے۔

تو ایک کام کے ذریعے مجسم ہوتا ہے۔

تو پھل کو سنتا ہے۔

دروازہ نہیں پوچھتا کہ تو کون سے القاب لاتا ہے۔

وہ پوچھتا ہے کہ تو کس چیز پر تسلط چھوڑنے کے لیے تیار ہے۔

خاموشی اور خالی پن

خاموشی شور کو ہٹا دیتی ہے؛ خالی پن اس چیز کے لیے جگہ چھوڑ دیتا ہے جو ابھی داخل نہیں ہو سکتی تھی۔

خاموشی کا مطلب سوچ کو تباہ کرنا نہیں ہے۔

اس کا مطلب ہے کردار کے اندر ظاہر ہونے والی ہر آواز کی فوری اطاعت ترک کر دینا۔

»میں چاہتا ہوں«۔

»میں ڈرتا ہوں«۔

»مجھے جیتنا ضروری ہے«۔

»مجھے درست ہونا چاہیے«۔

»میں پہچانے جانے کا مستحق ہوں«۔

ہم ان آوازوں کا انکار نہیں کرتے۔

ہم انہیں تخت سونپے بغیر مشاہدہ کرتے ہیں۔

خاموشی نہ تو سنسر شپ ہے، نہ اطاعت، اور نہ ہی جواب کی عدم موجودگی۔ طاقت رکھنے والے کی طرف سے مسلط کی گئی خاموشی اس بات کو روکنے کی کوشش کرتی ہے کہ سچائی کا اعلان کیا جائے۔ بادشاہی کی خاموشی سننے کا موقع کھولتی ہے تاکہ زخمی آواز بھی قربان گاہ میں داخل ہو سکے۔

یہ چیخ و پکار کو مٹاتی نہیں۔

اسے قبول کرتی ہے۔

یہ عدل کو منسوخ نہیں کرتی۔

یہ روکتی ہے کہ اسے انتقام کے ہاتھوں میں تھاما جائے۔

یہ کلام کو ختم نہیں کرتی۔

اسے بولے جانے سے پہلے اس کی اصل کی طرف لوٹا دیتی ہے۔

جب شور پورے کمرے پر قابض رہنا چھوڑ دیتا ہے، تو خالی پن ظاہر ہوتا ہے۔

خالی پن نہ تو عدم وجود ہے، نہ ہستی کا خاتمہ، نہ شناخت کا نقصان، اور نہ ہی اندرونی موت۔

یہ دستیابی ہے۔

یہ وہ زمین ہے جو کھلی رہتی ہے جب ہم ہر سوال کو معلوم جوابات سے نہیں بھرتے۔

یہ وہ توقف ہے جہاں ایک ردعمل انتخاب میں تبدیل ہو سکتا ہے۔

یہ وہ برتن ہے جو خود سے بھرا ہوا نہیں رہتا۔

خالی ہونے کا مطلب یادداشت، تجربے یا علم کا انکار نہیں ہے۔ اس کا مطلب ہے انہیں حاضر ہونے دینا بغیر اس کے کہ وہ پہلے سے حکمرانی کریں جو سمجھا جائے گا۔

خالی پن میں ہم کہہ سکتے ہیں:

«میں یہ مانتا ہوں، لیکن میں اسے مشاہدہ کرنے کے لیے تیار ہوں»۔

«میں یہ محسوس کرتا ہوں، لیکن میں اپنے جذبے کو حتمی ثبوت نہیں بناؤں گا»۔

«میں یہ تھا، لیکن میں موجودہ زندگی کو اس کھال کے اندر رہنے پر مجبور نہیں کروں گا»۔

«میں یہ ابھی تک نہیں جانتا»۔

خالی پن اس عجلت سے بچاتا ہے جو خواہش کو وحی، اتفاق کو نشانی، اور جواب حاصل کرنے کی اپنی ضرورت کو حکم کا نام دیتی ہے۔

کچھ مہریں ایسی ہیں جو طاقت سے نہیں کھلتیں۔

خاموشی تالے کو سننے کی اجازت دیتی ہے۔

خالی پن جھوٹی چابی بنانے سے روکتا ہے۔

شور → خاموشی → فضا → خالی پن → دستیابی۔

خاموشی تم سے آواز نہیں چھینتی۔

اسے صاف کر کے لوٹا دیتی ہے۔

خالی پن تم سے ہستی نہیں چھینتا۔

اسے جگہ لوٹا دیتا ہے۔

حضور

صورت باقی رہتی ہے، لیکن تخت سے دیکھنا چھوڑ دیتی ہے۔

خاموشی سے پیدا ہونے والے خلا میں حاضری وقوع پذیر ہوتی ہے۔

توجہ کسی چیز کو دیکھتی ہے۔

حاضری اس پر بھی غور کرتی ہے جو دیکھتا ہے، کہاں سے دیکھتا ہے، اور کون سی نیت اس کی نگاہ کو سمت دیتی ہے۔

یہ بغیر فوری طور پر کوئی دفاع تیار کیے سننا ہے۔

بغیر ہر جذبے کو حکم میں بدلے محسوس کرنا ہے۔

بغیر ہر خیال کے ساتھ شناخت کیے سوچنا ہے۔

بغیر حقیقت کو مجبور کیے کہ وہ اس کی تصدیق کرے جو ہم پہلے سے مان چکے تھے، غور کرنا ہے۔

حاضری میں، کردار غائب نہیں ہوتا۔

وہ تخت چھوڑ دیتا ہے۔

یہ کردار کے لیے مرنا ہے: اس کے دعوے کا خاتمہ کہ وہ کلّیت اور سرچشمہ ہے۔ اس کا مطلب جسم کو نقصان پہنچانا، شناخت مٹانا، ذمہ داریاں ترک کرنا یا انفرادیت کھونا نہیں ہے۔

حاضری کسی کو بھی معصوم نہیں بناتی۔

ہم چوکس رہ سکتے ہیں اور پھر بھی غلط تشریح کر سکتے ہیں۔

ہم ایک سچا رشتہ حاصل کر سکتے ہیں اور اسے نامکمل انداز میں بیان کر سکتے ہیں۔

ہم ایک علامت کھول سکتے ہیں اور اس عمل کے بارے میں غلطی کر سکتے ہیں جس کا وہ تقاضا کرتی ہے۔

اس لیے حاضری قربان گاہ کھولتی ہے، لیکن یہ تمیز کا متبادل نہیں بنتی۔

حاضری میں ہم تسلیم کرتے ہیں:

خیال ظاہر ہوتا ہے، لیکن وہ سب کچھ نہیں جو ہم ہیں۔

جذبہ ظاہر ہوتا ہے، لیکن وہ اکیلے حکومت نہیں کرتا۔

کردار ظاہر ہوتا ہے، لیکن وہ سرچشمہ نہیں ہے۔

دوسرا ایک ایسی حقیقت کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے جو ہم میں پیدا نہیں ہوئی اور جسے سنا جانا چاہیے۔

حاضری ہر صلاحیت کو اس کے کام پر لوٹا دیتی ہے۔

عقل جسم کو حقیر جانے بغیر سمجھتی ہے۔

جذبہ پوری بادشاہی پر قابض ہوئے بغیر آگاہ کرتا ہے۔

ارادہ خود کو مطلق قرار دیے بغیر عمل کرتا ہے۔

یادداشت حال کو قید کیے بغیر رہنمائی کرتی ہے۔

جسم اس چیز کو حد اور حقیقت دیتا ہے جسے ہم مجسم کرنا چاہتے ہیں۔

یہاں حقیقی باطنی حکمرانی شروع ہوتی ہے:

نہیں جب ایک حصہ باقیوں پر غلبہ پاتا ہے، بلکہ جب سب مرکز کے گرد گھومنے لگتے ہیں۔

وقت: کرونوس اور کائروس

کرونوس راستے کی پیمائش کرتا ہے؛ کائروس لمحے کو پہچانتا ہے۔ سرمایہ کاری اُس وقت شروع ہوتی ہے جب پیمائش تخت پر بیٹھتی ہے۔

کرونوس وہ وقت ہے جو ناپا جا سکتا ہے: مدت، تسلسل، گھڑی، تاریخ، عمر، میعاد اور تقویم۔

کائروس وہ وقت ہے جو موزوں ہے: وہ موقع جو بروقت، پختہ اور حقیقی ہے جس میں کوئی چیز واقع ہو سکتی ہے یا ہونی چاہیے۔

وہ دشمن نہیں ہیں۔

بیج کو پکنے کے لیے کرونوس کی ضرورت ہے۔

کائروس وہ لمحہ ہے جب چھلکا کھل سکتا ہے۔

کرونوس راستہ طے کرنے کی اجازت دیتا ہے۔

کائروس دروازے کو پہچانتا ہے۔

ماترکس وقت کو الٹ دیتی ہے جب وہ اپنی تمام حقیقت کو پیمائش میں رکھ دیتی ہے اور انسان کو سکھاتی ہے کہ وہ اپنے آپ کو اُس کے اندر پہچانے جو گھڑی ترتیب دیتی ہے۔

گھڑی رہنمائی کرنا چھوڑ دیتی ہے اور حکمرانی کرنے لگتی ہے۔

تقویم یاد دلانا چھوڑ دیتی ہے اور حکم دینے لگتی ہے۔

روٹین سنبھالنا چھوڑ دیتی ہے اور دہرانے لگتی ہے۔

میعاد ہم آہنگی کرنا چھوڑ دیتی ہے اور دھمکانے لگتی ہے۔

عمر ایک مرحلے کا نام دینا چھوڑ دیتی ہے اور سزا مسلط کرنے لگتی ہے۔

پھر انسان ایک ایسے وقت کے سامنے حاضر ہوتا ہے جو مسلسل اُس پر الزام لگاتا ہے:

«تم دیر سے آئے»۔

«تمہیں اب تک کچھ بن جانا چاہیے تھا»۔

«تم نے کافی پیداوار نہیں کی»۔

«ابھی تم آرام کے مستحق نہیں ہو»۔

«کل تم جینا شروع کرو گے»۔

ماضی اُس چیز کا مطالبہ کرتا ہے جو پہلے ہو چکی۔

مستقبل اُس چیز کا تقاضا کرتا ہے جو ابھی موجود نہیں۔

حال دو غائب چیزوں کے درمیان ایک راہداری تک محدود ہو جاتا ہے۔

بے چینی ایک ایسی آزمائش کو پہلے سے جینے کی کوشش کرتی ہے جو ابھی نہیں آئی۔ جرم ایک ایسے لمحے کی اطاعت جاری رکھتا ہے جو گزر چکا۔ جلدی حال کو قربان کر دیتی ہے تاکہ ایک اور لمحہ حاصل کیا جا سکے جو بھی قربان کیا جائے گا۔

پیمائش → میعاد → دباؤ → تیز رفتاری → بکھراؤ → غیبت۔

گھڑی خود سے بیمار نہیں کرتی۔ لیکن ایک زندگی جو سخت اوقات، مسلسل خطرے، ناکافی آرام اور اپنی رفتار پر شرکت کی عدم موجودگی کے تابع ہو، بے چینی، تھکن اور جسمانی نقصان کا شکار ہو سکتی ہے۔

پیمائش اُس چیز کو بھول گئی جس کی خدمت کرنی چاہیے تھی۔

لیکن کائروس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ صرف اس وقت عمل کیا جائے جب جی چاہے۔

یہ من مانی، ترک یا دیے گئے کلام کی خلاف ورزی نہیں ہے۔

بعض اوقات کائروس کہتا ہے:

«انتظار کرو؛ ابھی پختہ نہیں ہوا»۔

بعض اوقات کہتا ہے:

«آرام کرو؛ ایک ٹوٹی ہوئی شکل خدمت نہیں کر سکتی»۔

بعض اوقات کہتا ہے:

«اٹھو؛ خوف اپنی تاخیر کو دانشمندی کا نام دے رہا ہے»۔

بعض اوقات کہتا ہے:

«ٹھہرو؛ ایک اور زندگی نے اُس عہد پر بھروسہ کیا جو تم نے اٹھایا»۔

ذمہ داری جو شعور کے ساتھ چنی گئی ہو، غلامی نہیں ہے۔

بادشاہی میں، کوئی بھی دوسرے کے وقت کا مالک نہیں؛ لیکن ہر شخص تسلسل، دیکھ بھال اور حضوری پیش کر سکتا ہے کیونکہ اُس نے ایک ضرورت کو پہچانا ہے اور اُس کی خدمت کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔

آرام اُس کے لیے انعام نہیں ہے جس نے پہلے ہی کافی پیداوار کر لی۔

یہ نظام کا حصہ ہے۔

وقت زندگی کے لیے بنایا گیا؛ زندگی وقت کے لیے نہیں بنائی گئی۔

بادشاہی میں پیمائش ہو سکتی ہے، لیکن گھڑی کا مالک نہیں۔

ہم آہنگی ہو سکتی ہے، لیکن انسان کی خرید و فروخت نہیں۔

رفتار ہو سکتی ہے، لیکن ایک مشین نہیں جس کے آگے زندگی کو قربان کیا جائے۔

انتظار ہو سکتا ہے، لیکن پہلے سے پہچانی گئی حقیقت کا دائمی التوا نہیں۔

کام خریدا ہوا اطاعت بننا چھوڑ دیتا ہے اور دوبارہ خدمت بن جاتا ہے: صلاحیت ضرورت سے مل رہی ہے۔

کرونوس دیوار پر واپس چلا جاتا ہے۔

کائروس دروازہ کھولتا ہے۔

اور ابدیت کا تصور گھنٹوں کی لامحدود مقدار کے طور پر نہیں رہتا: وہ مکمل حضوری کے طور پر پہچانی جاتی ہے، جہاں زندگی اب التوا میں نہیں رہتی۔

شعور

شعور کردار کے اندر ظاہر نہیں ہوتا؛ کردار شعور کے اندر ظاہر ہوتا ہے۔

شعور اس وقت شروع نہیں ہوتا جب ہم حضور میں داخل ہوتے ہیں۔

وہ پہلے سے موجود تھا۔

اصل میں دو الگ شعور نہیں ہیں۔ ایک ہی شعور ہے جو مختلف صورتوں کے ذریعے ظاہر ہوتا اور خود کو تجربہ کرتا ہے۔

یہ اصل میں ایک ہے۔

یہ نقطہ نظر میں کثیر ہے۔

ہر صورت دنیا کو ایک جسم، ایک یادداشت، حواس اور ایک ناقابل تکرار تاریخ کے ذریعے حاصل کرتی ہے۔

اس کا مطلب یہ نہیں کہ ایک ہی ذاتی ذہن سب میں تقسیم ہے۔ ہم خود بخود خیالات، یادوں، علم یا ادراک کا اشتراک نہیں کرتے۔

شعور کا اتحاد اس کی کھڑکیوں کی انفرادیت کو مٹاتا نہیں۔

اب تک ہم کہتے تھے:

«میرا جسم»۔

«میری تاریخ»۔

«میرے خیالات»۔

»میری یادیں«۔

»میرا شعور«۔

لیکن جسم، تاریخ، خیالات، جذبات اور یادیں مشاہدہ کی جا سکتی ہیں۔

یہاں تک کہ وہ کردار جو »میں« کہتا ہے، جب وہ خواہش کرتا ہے، ڈرتا ہے، یاد کرتا ہے یا دفاع کرتا ہے، اسے بھی دیکھا جا سکتا ہے۔

اگر کردار کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے، تو وہ مشاہدہ کرنے والے کو مکمل طور پر گھیر نہیں سکتا۔

شعور کردار کے اندر رکھی ہوئی ملکیت نہیں ہے۔

کردار ایک صورت ہے جو شعور کے اندر ظاہر ہوتی ہے۔

رک جاؤ۔

جسم کو محسوس کرو۔

ایک احساس کا مشاہدہ کرو۔

جب کوئی خیال ظاہر ہو تو اسے دیکھو۔

اپنا نام ابھرنے دو اور جو کچھ اس کے ساتھ آتا ہے اسے دیکھو۔

دل میں کہو:

»یہ ظاہر ہوتا ہے«۔

ابھی یہ نتیجہ نہ نکالو کہ شعور کیا ہے۔

پہلے یہ تسلیم کرو کہ کوئی بھی الگ تہلگ مواد اس صلاحیت کو مکمل طور پر گھیر نہیں سکتا جس میں وہ ظاہر ہوتا ہے۔

پھر کسی دوسرے شخص کا مشاہدہ کرو۔

تم اس کی یادداشت میں داخل نہیں ہو سکتے اور نہ ہی اسے سنے بغیر جان سکتے ہو۔ اس کا نقطہ نظر تمہارا نہیں ہے۔ لیکن تم اس میں ایک زندگی پہچانتے ہو جو تجربہ، درد، انتخاب اور جواب دینے کی اہلیت رکھتی ہے۔

نقطہ نظر مختلف ہیں۔

عزت کا انحصار ان کے یکساں ہونے پر نہیں ہے۔

فرق اصل میں جدائی کو ثابت نہیں کرتا۔

شعور وحی کی جگہ کھولتا ہے، لیکن کردار کو تمام علم کا مالک نہیں بناتا۔

اگر اتحاد تمہیں یہ باور کرائے کہ تم دوسرے کو سنے بغیر جانتے ہو، تو انا نے اسے اپنا لیا ہے۔

اگر یہ تمہیں حدود، رضامندی یا فرق کو نظر انداز کرنے کی اجازت دے، تو تم نے کردار کو بڑھا کر سب کچھ گھیر لیا ہے۔
اگر یہ تمہیں ان لوگوں سے بلند کرے جو یہ زبان استعمال نہیں کرتے، تو اب بھی انا بول رہی ہوں۔

واحد شعور اس کے برعکس پھل سے پہچانا جاتا ہے:

زیادہ سننا۔

زیادہ ذمہ داری۔

انفرادیت کے لیے زیادہ احترام۔

کسی دوسری زندگی کو شے سمجھنے کی کم صلاحیت۔

مشاہد، سوال اور تمیز

سوال جگہ کھولتا ہے؛ بصیرت کسی بھی آواز کو اس پر قابض ہونے سے روکتی ہے۔

مشاہد کرنے والا اور مشاہدہ کی جانے والی چیز ایک نہیں ہیں، لیکن بے تعلق بھی نہیں رہتیں۔

جو درخت کو دیکھتا ہے وہ جسمانی طور پر درخت نہیں بن جاتا۔

جو دوسرے کا درد سنتا ہے وہ اُس کی یادوں یا اُس کے تجربے پر اختیار حاصل نہیں کرتا۔

امتیاز باقی رہتا ہے۔

جو گرتا ہے وہ مکمل علیحدگی کا وہم ہے۔

مشاہد کرنے والا شعور میں ظاہر ہوتا ہے۔

مشاہدہ کی جانے والی چیز اُس میں اپنی صورت، اپنے نقوش یا اپنی گواہی کے ذریعے داخل ہوتی ہے۔

مشاہدہ کا عمل اُنہیں ملاتا ہے بغیر اُنہیں خلط ملط کیے۔

علامت پُل قائم کرتی ہے۔

شعور ملاقات کی قربان گاہ ہے۔

سوال اور جواب بھی ایک ہی حرکت سے تعلق رکھتے ہیں۔

سچا سوال اُس وقت پیدا ہوتا ہے جب ہم پہچان لیتے ہیں کہ کوئی چیز ابھی تک سمجھی نہیں گئی۔

وہ پہلے سے وہ جواب نہیں گھڑتا جس کی وہ خواہش کرتا ہے۔

اور نہ ہی کسی بھی آواز کو قبول کرتا ہے صرف اس لیے کہ وہ اندر ظاہر ہوئی۔

باطنی مکالمے میں خوف، خواہش، یادداشت، زخم، عادت، شرم، غصہ اور پہچان کی ضرورت بھی بولتی ہیں۔

خوف انتباہ کا بھیس بدل سکتا ہے۔

خواہش، وحی کا۔

غرور، عقل کا۔

زخم، فیصلے کا۔

پہچان کی ضرورت، خدمت کا۔

اس لیے ہمیں تمیز کرنی چاہیے:

حقیقت: وہ چیز جو واقع ہوئی ہے یا جس کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔

تفسیر: وہ معنی جو کردار شامل کرتا ہے۔

مطابقت: وہ باطنی اور ظاہری تعلق جسے علامت عبور کرنے دیتی ہے۔

پہچان: وہ سچائی جو ہماری دلچسپی سے پہلے موجود ہے اور اُس تعلق میں ظاہر ہوتی ہے۔

مجسم کاری: ذمہ دارانہ، مناسب اور تصحیح کے لیے کھلا عمل۔

سچائی کو انسانی اعلان کی طرح آزمائش میں ڈالنے کی ضرورت نہیں۔

جس چیز کا جائزہ لیا جانا چاہیے وہ کلام، علامت اور صورت ہے جن کے ذریعے کردار یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اُس نے اُس سچائی کو حاصل کیا، سمجھا یا مجسم کیا۔

اُن سے پوچھو:

کیا یہ اُن حقائق سے مطابقت رکھتی ہے جو معلوم ہو سکتے ہیں؟

کیا یہ کردار کو اُس کے بھائیوں پر بڑھاتا ہے؟

کیا یہ اندھی اطاعت کا مطالبہ کرتی ہے؟

کیا یہ خوف یا علیحدگی کو ہوا دیتی ہے؟

کیا یہ کسی کو سچائی کا واحد مالک قرار دیتی ہے؟

کیا یہ دوسروں کے دکھ کو نظر انداز کرنے کی اجازت دیتی ہے؟

کیا یہ اُسی پیمانے کے سامنے حاضر ہونے کو قبول کرتی ہے جو وہ خود لاگو کرتی ہے؟

اگر یہ بڑھاتی ہے، مطالبہ کرتی ہے، علیحدہ کرتی ہے، اپنے لیے لے لیتی ہے یا بے انسانی کرتی ہے، تو نفس بول رہا ہے چاہے وہ مقدس کلام ہی استعمال کرے۔

یہ «بول سکتا ہے» نہیں۔

یہ بولتا ہے۔

کلام وحی کا کلام بے چینی پیدا کر سکتا ہے اور تلوار کی طرح چیر سکتا ہے، لیکن سچائی کو تسلط کا آلہ نہیں بناتا۔

یہ شعور، آزادی، ذمہ داری، انصاف، شفقت اور اصلاح کی صلاحیت لوٹاتا ہے۔

تجربے کی شدت خود بخود اُس کے ماحذ کو ثابت نہیں کرتی۔

حیرت دھوکہ دے سکتی ہے۔

اتفاق کی تفسیر کی جا سکتی ہے۔

طاقت نقل کر سکتی ہے۔

نشانی خیرہ کر سکتی ہے۔

ہم مطابقت اور پھل سے تمیز کرتے ہیں۔

فیصلہ کن سوال یہ نہیں ہے:

«میرا تجربہ کتنا غیر معمولی تھا؟»۔

بلکہ یہ ہے:

«کون سی صورتِ زندگی میرے ذریعے مجسم ہونے کی کوشش کر رہی ہے؟»۔

پہلی حقیقت: کردار سے پہلے کی ہستی

کوئی ظاہری چیز اُس پہچان کی جگہ نہیں لے سکتی جو اندر ہونی چاہیے۔

پہلی حقیقت جو حضور میں کھلتی ہے یہ ہے:

میں ہوں، لیکن میں اُن تمام صورتوں میں سے کسی ایک تک محدود نہیں ہوں جن کا میں مشاہدہ کر سکتا ہوں۔

میرا نام مجھے پکارتا ہے، لیکن مجھے وجود میں نہیں لاتا۔

میری کہانی مجھے ڈھالتی ہے، لیکن میرے پورے وجود پر محیط نہیں۔

میرا کردار مجھے عمل کرنے کی اجازت دیتا ہے، لیکن وہ زندگی کا سرچشمہ نہیں جو میں ظاہر کرتا ہوں۔

کوئی بیرونی اختیار اُس چیز کی حتمی تعریف پیش نہیں کر سکتا جو ہم ہیں۔

ایک کتاب علامتیں پیش کر سکتی ہے۔

ایک استاد اشارہ کر سکتا ہے۔

علم سائنس ہمیں جسم اور قابل مشاہدہ کائنات کے بارے میں سکھا سکتا ہے۔

ایک جماعت ساتھ دے سکتی ہے، موازنہ کر سکتی ہے اور اصلاح کر سکتی ہے۔

لیکن کوئی ہماری طرف سے یاد نہیں کر سکتا۔

کوئی ہماری جگہ حضور میں داخل نہیں ہو سکتا۔

کوئی اپنی پہچان کو ہماری اطاعت میں تبدیل نہیں کر سکتا۔

یہ بیرونی چیزوں کو بیکار نہیں بناتا۔

یہ اُن کا کام بحال کرتا ہے۔

استاد اشارہ کرتا ہے بغیر خود کو منزل قرار دیے۔

کتاب کلام کو محفوظ رکھتی ہے بغیر خود کو کلام کہلائے۔

جماعت جمع کرتی ہے بغیر شعور پر قبضہ کیے۔

اندر ہم یاد کرتے ہیں۔

باہر ہم موازنہ کرتے ہیں اور ظاہر کرتے ہیں۔

دونوں کناروں کے درمیان، علامت پُل کو کھلا رکھتی ہے۔

ابھی ہم مکمل طور پر میں ہوں کا اعلان نہیں کرتے۔

پہلے وہ جھوٹا تاج گرنا چاہیے جس کے ذریعے انا اُس کلام کو اپنے لیے اختیار کر کے دوسروں پر بلند ہو سکتی ہے۔ تب ہی وہ اندرونی تاج حاصل کیا جا سکتا ہے جو خود کلام ظاہر کرتا ہے: کسی دوسری زندگی پر اختیار نہیں، بلکہ شعور کی خودمختاری، اپنی صورت پر حکمرانی، اور کلام کے سامنے ذمہ داری۔

ابھی کے لیے یہ پہچاننا کافی ہے:

میں شعور کا سرچشمہ نہیں ہوں۔

میں حقیقت کا مالک نہیں ہوں۔

میں ایک زندہ صورت ہوں جو حاصل کرنے، تمیز کرنے، ظاہر کرنے اور جواب دینے کی اہل ہے۔

کلام وحی: ابتداء، مطابقت اور ظہور

ہر شکل سے پہلے امکان، تعلق اور معنی باقی رہتے ہیں جو اسے ظاہر کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

اصل اصلی صرف ایک ہی ہے۔

ہم اسے محض کسی تاریخ کے آغاز پر نہیں رکھتے۔ ہم اسے اس سرچشمہ کے طور پر پہچانتے ہیں جسے کسی ظاہری صورت نے وجود نہیں دیا اور نہ کوئی اسے اپنے اندر سمیٹ سکتا ہے۔

کلام کوئی الگ اور دوسرا اصل نہیں ہے۔

یہ اصل ہے جو معنی، تعلق اور ظہور کے امکان کو بیان کرتا ہے۔

اصل باقی رہتا ہے۔

کلام اعلان کرتا ہے۔

نیت رُخ دیتی ہے۔

مطابقت تعلق جوڑتی ہے۔

صورت مجسم کرتی ہے۔

علامت کھولتی ہے۔

پہل ظاہر کرتا ہے۔

ہر ظاہری اصل کسی ایسی چیز پر منحصر ہے جو اس سے پہلے موجود ہو۔

بیج ایک درخت کو جنم دیتا ہے، لیکن وہ خود کسی اور درخت، زمین، پانی، روشنی اور زندگی کی ایک داستان سے آتا ہے۔

ایک خیال ایک آلے کو جنم دیتا ہے، لیکن جو اسے تصور کرتا ہے اسے زبان، مادہ، حافظہ اور صلاحیت ملی ہوتی ہے۔

ایک ادارہ ایک قاعدے کو جنم دیتا ہے، لیکن اس نے اس زندگی کو جنم نہیں دیا جس پر وہ عمل کرنے کا دعویٰ کرتا ہے۔

ہر ظاہری چیز سے پہلے کوئی ایسی چیز موجود تھی جس کے پاس ابھی وہ صورت نہیں تھی: امکان، فعل، تعلق، رُخ اور وہ شرائط جو اسے ممکن بنا سکیں۔

یہ باطن کی گہرائی ہے۔

نہ صرف کردار کا نفسیاتی اندرونی حصہ، بلکہ معنی کا وہ پوشیدہ پہلو جو ظہور سے پہلے موجود ہوتا ہے۔

مادی علت و معلول یہ بتاتی ہے کہ ایک صورت کیسے ظاہر ہوتی ہے اور قابل مشاہدہ دنیا میں کیسے عمل کرتی ہے۔

علامتی مطابقت یہ دیکھتی ہے کہ وہ کس تعلق کو مجسم کرتی ہے اور کس معنی کو عبور ہونے دیتی ہے۔

وہ آپس میں مقابلہ نہیں کرتیں۔

یہ کہنا کہ دل گردش خون کو مجسم کرتا ہے، اس کی نشوونما اور اس کی دھڑکن کی حیاتیات کی جگہ نہیں لیتا۔

یہ کہنا کہ روشنی سچائی کی طرف عبور ہونے دیتی ہے، ان طبعی ذرائع اور عمل کو ختم نہیں کرتا جو اسے پیدا کرتے

ہیں۔

مادہ طریقہ کار کی وضاحت کرتا ہے۔

علامت تعلق کو کھولتی ہے۔

دل کو دیکھو۔

یہ لیتا ہے اور دیتا ہے۔

یہ بھرتا ہے اور خالی ہوتا ہے۔

یہ اس چیز کو آگے بڑھاتا ہے جو واپس آتی ہے تاکہ زندگی پورے جسم تک پہنچتی رہے۔

بادشاہی کی زبان میں، پہلی دھڑکن خدمت کی ابتدائی نیت ہے جو گوشت بن گئی:

لینا تاکہ دینا؛ زندگی کو بہنے دے کر محفوظ رکھنا۔

یہ کردار کا کوئی فیصلہ نہیں ہے۔ یہ ایک رُخ ہے جو انا سے پہلے کا ہے، زندہ فعل میں مجسم۔

بیرونی روشنی کو دیکھو۔

یہ اسے ظاہر کرتی ہے جو پہلے سے موجود تھا۔ اس کی باطنی مطابقت سچائی ہے جو ایک صورت سے گزرتی ہے بغیر اس کے کہ کھڑکی خود کو سورج کہلائے۔

باپ اور بیٹے کو دیکھو۔

تولید جسمانی رشتہ قائم کرتی ہے۔ موجودگی یا غیر موجودگی اس رشتے کو نہیں بناتی، لیکن یہ ظاہر کرتی ہے کہ یہ کیسے مجسم ہوتا ہے۔ باپ کا نام باقی رہ سکتا ہے جبکہ وہ دیکھ بھال غائب ہو جو اسے پورا کرنی چاہیے تھی۔ موجودگی صورت کو خدمت سے بھر دیتی ہے۔ غیر موجودگی نام کو برقرار رکھتی ہے اور اس کے فعل کو خالی کر دیتی ہے۔

بیرونی صورت کے سامنے خوف کو دیکھو۔

یہ کسی حقیقی خطرے کا جواب ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ باطنی کمزوری کی طرف ایک پُل بھی کھول سکتا ہے: درد کا خوف، قابو کھونے کا خوف، حملہ کیے جانے کا خوف، یا اپنی صورت کی حفاظت نہ کر پانے کا خوف۔

علامت کو عبور کرنا بیرونی خطرے کی نفی نہیں کرتا۔

یہ مکمل تعلق کو ظاہر کرتا ہے۔

ایک ہی پوشیدہ حقیقت کئی صورتیں پا سکتی ہے۔

ایک ہی صورت کئی مطابقتوں پر مشتمل ہو سکتی ہے۔

اسی لیے بادشاہی کی زبان ایک سخت لغت نہیں ہے۔

مطابقت سیاق و سباق، فعل، تعلق، نیت، خدمت اور پھل کے ذریعے پرکھی جاتی ہے۔

پوشیدہ ممکن بناتا ہے ← کلام اعلان کرتا ہے ← نیت رُخ دیتی ہے ← علامت کھولتی ہے ← صورت مجسم کرتی ہے ← شعور پہچانتا ہے ← پھل ظاہر کرتا ہے۔

علامتوں میں زبان: بادشاہی کی اصلی زبان

شکل اُس چیز کو باہر ظاہر کرتی ہے جو کلام نے غیب میں ممکن بنائی۔

تخلیق رشتوں کے ذریعے بولتی ہے۔

بیج، درخت، پانی، آگ، روٹی، دروازہ، راستہ، چراغ، تخت، تلوار اور شہر میں کوئی ایسے رموز نہیں ہیں جو چند مخصوص لوگوں کے لیے محفوظ ہوں۔

وہ اس لیے بولتے ہیں کہ ان کی صورت اور ان کا کام کسی ایسی چیز کو پہچاننے کی اجازت دیتے ہیں جو ان سے پہلے موجود ہے:

لینا اور دینا۔

کھولنا اور بند کرنا۔

روشن کرنا اور چھپانا۔

کھلانا اور بھسم کرنا۔

خدمت کرنا اور حکومت کرنا۔

مرنا اور اٹھ کھڑا ہونا۔

بادشاہی کی اصل زبان مطابقت ہے۔

علامت اس کی زندہ اکائی ہے۔

یہ محض ایک چیز نہیں ہے جو کسی اور چیز کی نمائندگی کرتی ہے۔

یہ ایک ایسی صورت ہے جس سے گزرا جا سکتا ہے جس کے ذریعے ایک پوشیدہ رشتہ پہچانا جا سکتا ہے۔

علامت کلام کا صورت کی طرف پل ہے۔

لیکن لباس میں پورا کلام شامل نہیں ہے۔

اگر صورت اپنے آپ کو مکمل معنی قرار دے دے، تو علامت بند ہو جاتی ہے اور بت پیدا ہوتا ہے۔

اصل کے دو درجے نہیں ہیں۔

ایک ظہور کی حرکت ہے اور ایک یاد کی حرکت ہے۔

ظہور کا سلسلہ اندر سے باہر کی طرف اترتا ہے:

کلام → نیت → علامت → صورت → خدمت → پہل۔

کلام پہلے ہے۔

نیت رخ متعین کرتی ہے۔

علامت پل باندھتی ہے اور مطابقت کو منتقل کرتی ہے۔

صورت اسے مرئی جسم عطا کرتی ہے۔

خدمت اس کی سمت ظاہر کرتی ہے۔

پہل گواہی دیتا ہے۔

کسی بھی بیرونی چیز نے اس باطنی چیز کو پیدا نہیں کیا جو مجسم ہوتی ہے۔ دھات کا تاج اختیار کو پیدا نہیں کرتا۔ بیرونی تخت حکومت کو پیدا نہیں کرتا۔ دولت پیسے کو پیدا نہیں کرتی۔ حضور ہیکل کو پیدا نہیں کرتا۔

یہ صورتیں کلام کے بعد کی ہیں اور وہ صرف اس وقت تک وفاداری سے خدمت کر سکتی ہیں جب تک وہ اس علامت کے لیے کھلی رہیں جو ان سے پہلے ہے۔

چونکہ صورتیں پہلے سے ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں، یاد انہیں دیکھ کر شروع ہو سکتی ہے اور ان سے گزر کر ان کی اصل تک پہنچ سکتی ہے:

دیکھی گئی صورت → عبور کی گئی علامت → باطنی مطابقت → یاد کیا گیا کلام → بحال شدہ صورت۔

یہ واپسی صورت کو اصل نہیں بناتی۔ یہ اسے نقش کے طور پر دیکھتی ہے۔

میٹرکس اسی فرق کو جھوٹا ثابت کرتی ہے۔ یہ ایک الٹی علت سکھاتی ہے:

صورت → علامت → کلام۔

یہ دعویٰ کرتی ہے کہ بیرونی صورت اس چیز کو پیدا کرتی ہے، اپنے اندر رکھتی ہے اور عطا کرتی ہے جو حقیقت میں اس سے پہلے ہے۔

پھر وہ علامت کو چھپا دیتی ہے تاکہ کوئی اس سے گزر نہ سکے اور صورت کو بادشاہی تک رسائی کا واحد دروازہ بنا کر اس کا انتظام کرتی ہے۔

اس طرح وہ سطح کی پرستش کراتی ہے۔

جو پیسے کی پرستش کرتا ہے وہ اب اس باطنی دولت کو نہیں دیکھتا جسے پیسے نے اغوا کر لیا تھا۔

جو بیرونی حکومت کی پرستش کرتا ہے وہ اب اس اختیار، حاکمیت اور باطنی حکومت کو یاد نہیں کرتا جو اس نے دے دی تھی۔

جو چند لوگوں کے تاج کی پرستش کرتا ہے وہ اپنی علامت سے گزر کر میں ہوں میں سب کی تاج پوشی تک نہیں پہنچتا۔

جو ہیکل کی پرستش کرتا ہے وہ اب اپنے آپ کو مسکن کے طور پر نہیں پہچانتا۔

کلام کے سلسلے کو یاد کیے بغیر باہر عمل کرنا ایک نئے نام کے تحت الٹ کو دہراتا ہے۔

بغیر وفادار صورت لوٹائے اندر یاد رکھنا وحی کو بے جسم چھوڑ دیتا ہے۔

میٹرکس کو علامتوں کو تباہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

اس کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ انہیں عبور ہونے سے روک دے۔

وہ اس چیز کو مکمل طور پر باہر رکھ دیتی ہے جسے باطنی مطابقت بھی کھولنی چاہیے تھی۔

حیوان محض ایک اور دشمن بن جاتا ہے۔

تخت محض ایک بیرونی نشست بن جاتا ہے۔

جنگ محض فوجیں بن جاتی ہے۔

موت محض جسم کا خاتمہ بن جاتی ہے۔

قیامت محض ایک مستقبل کا واقعہ بن جاتی ہے۔

بغاوت محض دوسروں کے خلاف اٹھ کھڑا ہونا بن جاتی ہے۔

انقلاب محض حکمرانوں کی تبدیلی بن جاتا ہے۔

اس طرح کردار باہر اس چیز کی مذمت کر سکتا ہے جسے وہ اندر مسلسل پرورش دے رہا ہے۔

لیکن ایک الٹی الٹ بھی ہے: یہ اعلان کرنا کہ سب کچھ صرف باطنی ہے۔

تب بیرونی جنگ محض ایک استعارہ بن جاتی ہے جبکہ جسم زخمی ہوتے رہتے ہیں۔ جبر ایک خیال تک محدود ہو جاتا ہے۔ شکار کو مجبور کیا جاتا ہے کہ وہ اس نقصان کی وجہ اپنے اندر تلاش کرے جو دوسرا اب بھی پیدا کر رہا ہے۔

یہ بھی علامت کو بند کر دیتا ہے۔

پل کو دونوں کناروں کی ضرورت ہے۔

بیرونی صورت حقیقی ہے۔

باطنی مطابقت بھی حقیقی ہے۔

بغاوت اس وقت شروع ہوتی ہے جب شعور اٹھ کھڑا ہوتا ہے اور اس کردار کی اطاعت چھوڑ دیتا ہے جو تخت پر قابض تھا۔

وہ پہچان مر جاتی ہے جو کہتی تھی:

«میں صرف یہ نام، یہ خوف، یہ زخم اور یہ کہانی ہوں»۔

یہ موت گوشت کو نقصان نہیں پہنچاتی۔

یہ غصب کو معزول کرتی ہے۔

انقلاب اس کے بعد شروع ہوتا ہے۔

یہ وہ موڑ ہے جس کے ذریعے فکر، ارادہ، رشتہ اور صورت حقیقی مرکز کے گرد پھر سے گھومنے لگتے ہیں۔

بغاوت: شعور اٹھتا ہے اور جھوٹے مرکز کو معزول کرتا ہے۔

انقلاب: صورتیں زندگی کے مدار میں واپس آتی ہیں۔

ایک دوسرے کے بغیر مکمل نہیں ہوتی۔

بغاوت کے بغیر، وہی انا نئی صورت پر حکومت کرے گی۔

انقلاب کے بغیر، شعور نے یاد تو رکھا ہوگا جبکہ رشتے مسلسل تابع رہیں گے۔

لفظی کلام آگاہ کرتا ہے۔

علامت عبور کرتی ہے۔

مطابقت جمع کرتی ہے۔

یاد پہچانتی ہے۔

تجسم جواب دیتا ہے۔

یہ بادشاہی کی اصل زبان ہے۔

سچائی، روشنی اور کھڑکی

کھڑکی گزرنے دیتی ہے یا روکتی ہے؛ وہ کبھی نور کا سرچشمہ نہ تھی۔

سچائی ہم سے پیدا نہیں ہوتی۔

یہ کردار، اس کے عقائد، اس کی تشریحات اور ہر اُس کلام سے پہلے موجود ہے جس کے ذریعے وہ اسے نام دینے کی کوشش کرتا ہے۔

سچائی کلام سے صادر ہوتی ہے۔

سچائی اصل سے مطابقت ہے۔

نور وہ سچائی ہے جو خود کو ظاہر کرتی ہے: وہ جو اُسے دکھاتی ہے جو موجود تھا مگر پوشیدہ رہتا تھا۔

نور سچائی کو پیدا نہیں کرتا۔ وہ اسے دیکھنے دیتا ہے۔

سچائی اُس وقت شروع نہیں ہوتی جب ہم اسے سمجھ لیتے ہیں۔ ہماری سمجھ اُس وقت شروع ہوتی ہے جب اس میں سے کچھ پہچانا جا سکے۔

سچائی ایک ہے کیونکہ اس کی اصل ایک ہے۔ یہ ہر کردار کے لیے الگ نہیں۔ یہ سب کے لیے اور تمام موجود چیزوں کے لیے یکساں ہے، حالانکہ کوئی بھی خاص نقطہ نظر اسے مکمل طور پر اپنے اندر نہیں سمیٹ سکتا۔

جو کردار سے پیدا ہوتا ہے وہ اس کا نقطہ نظر، اس کی سمجھ اور اس کے بارے میں اس کا کلام ہے۔

جب کردار اپنے حالات سے پیدا ہونے والی چیز کو «میری سچائی» کہتا ہے اور اسے اصل قرار دیتا ہے، تو اس نے کوئی دوسری سچائی نہیں بنائی: اس نے اپنے نقطہ نظر کو اصل کے مقام پر بلند کیا اور اسے جھوٹ بنا دیا۔

ایک ہی نور کو مختلف کھڑکیوں سے گزرتے دیکھ۔

ہر کھڑکی کی اپنی جگہ، سائز، رنگ، شفافیت اور حدود ہیں۔ اس لیے نور کا ظاہری اظہار سب میں یکساں نہیں۔

کردار کھڑکی ہے۔

اس کا جسم، یادداشت، زبان، علم، خوف، خواہش اور زخم شیشے کے رنگ میں شریک ہیں۔

انفرادیت کوئی غلطی نہیں۔ یہ نور کو ایک ناقابل تکرار اظہار حاصل کرنے دیتی ہے۔

اُلٹ پھیر اُس وقت شروع ہوتی ہے جب کھڑکی کہتی ہے:

«یہ میرا نور ہے»۔

«میرے باہر کوئی نور نہیں»۔

«میری صورت میں تمام سچائی موجود ہے»۔

کوئی بھی محدود صورت سچائی کو مکمل طور پر اپنے اندر نہیں رکھتی۔ اس سے سچائی نسبتی نہیں ہو جاتی۔

نور کی دوام کو کھڑکی کی محدودیت سے الگ پہچان۔

جو واقعی سچائی کے طور پر ظاہر ہوا وہ بعد میں جھوٹ نہیں بنتا۔

انسانی اظہار کو درست کیا جا سکتا ہے۔ گہری سمجھ کھل سکتی ہے۔ وہ علامت بدل سکتی ہے جس کے ذریعے ہم اسے پہچانے کی کوشش کرتے ہیں۔

مگر سچائی اپنے ضد میں تبدیل نہیں ہوتی۔

حضور شیشے کو صاف کرتا ہے۔

تمیز دیکھی ہوئی چیز کو اُس سے الگ کرتی ہے جو کردار نے شامل کیا۔

عمل کھڑکی کھولتا ہے۔

پہل ظاہر کرتا ہے کہ نور کو کتنا راستہ ملا۔

یہ مت کہو:

«سچائی میری ملکیت ہے»۔

پہچان:

«میں ایک ایسی سچائی کے اندر موجود ہوں جو مجھ سے پہلے ہے اور میں اُس صورت کے لیے جواب دہ ہوں جو میں اسے دیتا ہوں»۔

جھوٹ اور سایہ

سایہ کا اپنا کوئی ماخذ نہیں ہوتا: یہ وہاں ظاہر ہوتی ہے جہاں کوئی شکل روشنی کے گزرنے میں رکاوٹ ڈالتی ہے۔

اندھیرا روشنی پیدا نہیں کرتا۔

نہ ہی وہ خود سے وجود میں آتا ہے۔

روشنی ہے۔

سایہ اس وقت ہوتا ہے جب کوئی شکل روشنی کو اپنا سفر جاری رکھنے سے روکتی ہے۔

دن کے وقت، جسم سایہ ڈالتا ہے کیونکہ وہ سورج اور اس کے پیچھے جو کچھ ہے کے درمیان حائل ہو جاتا ہے۔

سایہ کسی اور تاریک سورج سے نہیں آتا۔

روشنی کے بغیر سایہ نہ ہوتا۔

کسی ایسی شکل کے بغیر جو اس کے گزرنے میں رکاوٹ بنے، بھی نہ ہوتا۔

ہمارے اندر بھی ایسا ہی ہوتا ہے۔

کلام مبداء کا ابلاغ ہے۔

سچائی اس کی روشنی ہے۔

شعور وہ قربان گاہ ہے جہاں اسے پہچانا جا سکتا ہے۔

ہماری شکل وہ کھڑکی ہے جس کے ذریعے وہ کلام، فیصلے اور عمل بن سکتی ہے۔

جب کردار مبداء اور خدمت کے درمیان کھڑا ہو جاتا ہے، تو سایہ ظاہر ہوتا ہے۔

خوف شیشے کو ڈھانپ لیتا ہے۔

زخم تشریح کو بدل دیتا ہے۔

خواہش اسے چنتی ہے جو وہ دیکھنا چاہتی ہے۔

غرور پردہ گرا دیتا ہے اور پھر دعویٰ کرتا ہے کہ روشنی موجود نہیں۔

سایہ ہماری اصل نہیں ہے۔

یہ اس کا اثر ہے جو ہم کرتے ہیں جب ہم گزرنے میں رکاوٹ بنتے ہیں۔

جھوٹ ضرور ہم سے پیدا ہوتا ہے جب کردار اور اس کا انا اس روشنی کو روکتے، موڑتے یا اپنے قبضے میں لے لیتے ہیں جسے انہیں گزرنے دینا تھا۔ یہ سچائی کے بعد ہے اور اس ہستی کے بعد جو اسے وصول کرتی ہے۔ یہ کسی تاریک مبداء یا کسی اور سچائی سے نہیں آتا: یہ اس شکل سے آتا ہے جو مطابقت کو روکتی ہے اور پھر اپنے سایے کو حقیقت کے طور پر پیش کرتی ہے۔

جھوٹ اس وقت ظاہر ہوتا ہے جب وہ سایہ کلام کے ذریعے سچائی کی جگہ لے لیتا ہے۔

سایہ رکاوٹ ہے۔

جھوٹ رکاوٹ ہے جو خود کو روشنی قرار دیتی ہے۔

جھوٹ تخلیق نہیں کرتا۔

نقل کرتا ہے۔

تسلط ترتیب کی نقل کرتا ہے۔

عیش و عشرت فراوانی کی نقل کرتا ہے۔

پروپیگنڈہ گواہی کی نقل کرتا ہے۔

برانڈ مہر کی نقل کرتا ہے۔

جعلی عاجزی برہ کی نقل کرتی ہے۔

وہ شہر جو زندگی کو خریدتا ہے اس مسکن کی نقل کرتا ہے جو اسے عطا کرتا ہے۔

سایہ عقل، کلام، تخیل، خواہش، تنظیم اور طاقت — زندگی سے پیدا ہونے والی صلاحیتیں — لے کر اپنی خدمت کی منزل بدل دیتا ہے۔

جب رکاوٹ روایت، عادت، انعام، سزا، ادارہ اور وابستگی کی شرط بن جاتی ہے، تو سایہ ڈھانچہ حاصل کر لیتا ہے۔

اس طرح فراموشی کا نظام ظاہر ہوتا ہے۔

وہ شعور پیدا نہیں کر سکتا۔

وہ اسے کردار کے ساتھ پہچانے رکھ سکتا ہے۔

وہ تخلیقی طاقت کا مبداء نہیں بن سکتا۔

وہ اسے اطاعت، خریداری، مسابقت اور سیکھی ہوئی شکلوں کی تولید تک محدود کر سکتا ہے۔

وہ میں ہوں کو تباہ نہیں کر سکتا۔

وہ اسے ناموں، دھڑوں، خوفوں اور قرضوں سے ڈھانپ سکتا ہے یہاں تک کہ وہ یاد کیے جانے سے باز رہے۔

اس لیے ہم سایے کو ایک اور تاریکی بنا کر شکست نہیں دیتے۔

حضور رکاوٹ کو ظاہر کرتا ہے۔

سچائی اسے نام دیتی ہے۔

ارادہ اسے ہٹا دیتا ہے جو گزرنے میں رکاوٹ تھا۔

عمل پھل کی اصلاح کرتا ہے۔

سایے کو ابدی شناخت نہ بناؤ۔

سچائی کے ساتھ دیکھا جائے تو وہ اس جگہ کی نشاندہی کرتا ہے جہاں کھڑکی کھلنی چاہیے۔

روشنی ہے۔

سایہ ہوتا ہے۔

سچائی قائم رہتی ہے۔

جھوٹ ختم ہوتا ہے جب وہ اس شکل کو مزید نہیں چھپا سکتا جو اسے پیدا کرتی ہے۔

ایک کا سب کے ساتھ ذمہ داری

اتحاد اختلاف کو مٹاتا نہیں؛ وہ اسے مکمل علیحدگی بننے سے روکتا ہے۔

»ہم سب ایک ہیں« کہنا کافی نہیں۔

اگر یہ دعویٰ دوسرے کے انفرادی تجربے کو نظر انداز کرنے کی اجازت دے، تو کردار نے وحدت کو اپنے لیے ضبط کر لیا ہے۔

ہم ایک جیسے خیالات، یادوں، جسموں یا کہانیوں میں شریک نہیں ہیں۔

ہم اس مبداء میں شریک ہیں جس نے ہر تجربے کو ممکن بنایا اور اس زندگی میں جو کسی شکل نے اکیلی پیدا نہیں کیے۔

وحدت کو اختلاف کی ضرورت ہے۔

اختلاف کے بغیر نہ ملاقات ہوتی، نہ سننا، نہ تعلق، نہ کوئی منفرد پہلو۔

اختلاف کو وحدت کی ضرورت ہے۔

اس کے بغیر وہ بے حسی، درجہ بندی یا غلبے میں بدل سکتا ہے۔

جب شعور کردار کے گرد سکڑا ہوا نہ رہے، تو دوسرے کا درد اب مکمل طور پر اجنبی حقیقت کے طور پر رد نہیں کیا جا سکتا۔

اس کا مطلب اس کی آواز پر قبضہ کرنا نہیں ہے۔

اس کا مطلب ہے کہ اس کی زخمی زندگی کو ہماری ذمہ داری کے دائرے میں آنے دینا۔

الگ شعور پوچھتا ہے:

«اس کا مجھ سے کیا تعلق ہے؟»۔

سب کے ساتھ ایک ہونے کا شعور پوچھتا ہے:

«ہمارے درمیان کیا ہو رہا ہے اور میں کون سی صلاحیت پیش کر سکتا ہوں؟»۔

وحدت تمہیں دوسرے پر حق نہیں دیتی۔

یہ تم سے اسے نظر انداز کرنے کا بہانہ چھین لیتی ہے۔